دیوانِ چرکین

(مستند کلام)

شیخ باقر علی چرکین رودولوی ثم لکھنوی

ایم افضل

محمد اجمل مفتاحی

مُرتّب:
ابرار الحق شاطر گورکھپوری

فہرست

انتساب

ناموراور ہردل عزیز معالج نیز ادب نواز
عالیجناب ڈاکٹر عزیز احمد صاحب (ایم.ڈی.) علیگ
کی
خدمت میں بصد عجز و نیاز

ابرارالحق شاطر گورکھپوری

مقدمۂ دیوانِ چرکین

شمس الرحمٰن فاروقی

ہم میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے لڑکپن میں چرکین کے دو چار شعر نہ سنے ہوں۔ کچھ ایسے بھی ہوں گے (میں بھی ان میں شامل ہوں) جنھوں نے ایک دو شعر چرکین کے یاد بھی کر لئے ہوں گے۔ لیکن چرکین کے مزید کلام کی تلاش شاید دو چار لڑکوں یا بزرگوں نے بھی نہ کی ہو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کی طالب علمی کے زمانے میں (یعنی آج سے کوئی پچپن ساٹھ برس پہلے) اکثر لوگ چرکین کے کلام کو تہذیب سے گرا ہوا قرار دیتے تھے۔ اور اب بھی ایسے بہت سے لوگ ہوں گے جو چرکین تو کیا سودا، میر اور جرأت وغیرہ کی ہجووں کے بارے میں بھی محمد حسین آزاد کے ہم خیال ہوں کہ اس کلام کو سن کر شرافت شرم سے آنکھ بند کر لیتی ہے۔ اٹھارہویں صدی کی اکثر ہجویات کے بارے میں یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ وہ بہت ''فحش'' ہیں۔ ایسی صورت میں چرکین جیسے ''کھلے ہوئے'' شاعر کو فحش اور خلاف تہذیب قرار دیا گیا تو کیا تعجب ہے۔ چرکین کو عموماً شاعر ہی نہیں قرار دیا جاتا، اگر بہت مہربانی کی جاتی ہے تو انھیں ''ہزال''، ورنہ غلاظت آلودہ کہہ کر چھٹی کر دی جاتی ہے۔

جیسا کہ شاطر گورکھپوری نے اپنے مبسوط دیباچے میں لکھا ہے، لوگ عام طور پر ''فحش'' اور ''برازیات'' میں فرق نہیں کرتے، یعنی ہم لوگ عموماً ''برازیات'' کو بھی ''فحش'' کے زمرے میں رکھتے ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات بھی نہیں، کیوں کہ اُردو میں ایسے کلام کے لئے کوئی اصطلاح ہی نہیں ہے جس میں بول و براز کے مضامین وارد ہوے ہوں۔ انگریزی میں اسے Scatology اور مختصر العوام میں .Scat کہتے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے عربی اور فارسی میں بھی ایسی کوئی اصطلاح نہیں ہے۔ میں نے ''المورد'' دیکھی تو اس میں **دراسة الغائط و**

البـــراز درج ہے جو لفظ کا ترجمہ ہے، اصطلاح نہیں۔ حیم کے انگلیسی فارسی لغت میں ''گفتار در سنگوارہ ہائے سرگینی'' درج ہے جو صحیح ترجمہ بھی نہیں، کیونکہ ''سنگوارہ'' کے معنی ہیں ''محجر'' یعنی Fossil، اور ظاہر ہے کہ Scatology میں ہر طرح کے برازیاتی مضمون ہوتے ہیں، اس میں محجر کی شرط نہیں۔ کچھ غور کے بعد میں نے Scatology کا متبادل ''برازیات'' تجویز کیا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ شاطر گورکھپوری نے اسے ہی استعمال کیا ہے۔

شاطر صاحب نے خیال ظاہر کیا ہے کہ عربی فارسی میں بھی برازیات کسی نہ کسی حد تک موجود ہے۔ میں اس کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا، لیکن فارسی میں اگر برازیات کسی نے کہی ہوگی تو وہ سبک ہندی والا فارسی گو، اور اغلب یہ ہے کہ ہندوستانی رہا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برازیات دراصل مضمون آفرینی کے عالم سے ہے، یعنی بات میں بات پیدا کرنا، کوئی نئی بات کہنا، کسی پرانی بات کو نئے پہلو سے پیش کرنا، اور اس کوشش میں دور تک نکل جانا، کہ جسے بعد کے لوگوں نے ''نازک خیالی'' اور سترہویں صدی کے سبک ہندی والوں نے ''معنی نازک آفریدن'' سے تعبیر کیا۔

اس بات سے قطع نظر کہ مضمون آفرینی اور معنی آفرینی دو تصورات ہیں جو ہندوستانیوں نے قائم کیے، مضمون آفرینی کے دو خاص محرکات ہیں: (ا) زبان کے امکانات کو دریافت کرنا اور زبان کی حدوں تک (بلکہ بیدل کے یہاں اس سے بھی آگے تک) پہنچنے کی کوشش کرنا، اور زبان کی نارسائی کا شدت سے احساس رکھنا۔ (۲) اپنے گردوپیش کی دنیا کے حقائق وکوائف کو تخیل کی آنکھ سے دیکھنا اور دکھانا۔ دونوں محرکات کی بدولت شاعر کو فحش گوئی سے لے کر پیچیدہ ترین مسائل حیات، کائنات میں انسان کی حیثیت اور قدر وقیمت، المیہ اور طربیہ، ہر طرح کی بات کہنے کے لئے صلاحیت اور ذوق پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر محمد قلی سلیم کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں۔ پہلے شعر میں تھوڑی سی فحاشی ہے لیکن اس کا مضمون بھی لاجواب اور نادر ہے، یعنی ''جوتی چور''۔ دوسرے شعر

کامضمون طاعون، موت، نارسائی، وصل میں ہجر، کئی حقائق حیات کا احاطہ کرتا ہے ۔

(۱) دزدے بہ کس مادر خود برد کفش من

صد شکر می کنم کہ در د پائے من نہ بود

(۲) کام عاشق چو در آید بہ بغل می میرد

غنچہ بر شاخ دل ما گرہ طاعون است

ممکن ہے آپ کو اعتبار نہ آئے، لیکن میرا پختہ خیال ہے کہ سبک ہندی کے باہر یہ اشعار وجود میں نہیں آسکتے تھے۔ چرکین کا بھی یہی معاملہ ہے ان کا رنگ کلام سبک ہندی کے فروغ کے بغیر نمودار نہ ہوسکتا تھا۔ اور یہ بھی چرکین کے کلام کی ادبی قدر و قیمت کی دلیل ہے۔ چرکین کے یہاں کہیں کہیں، اور معدودے چند، ایسے الفاظ ضرور ہیں جو ''فحش'' کی ضمن میں آسکتے ہیں، لیکن ان کا زیادہ تر کلام گوموت جیسی ''غیر شاعرانہ'' باتوں میں کچھ مزاحیہ اور کچھ مضمون آفرینی اور خیال آفرینی کے رنگ پیدا کرنے سے عبارت ہے۔ ایسے مضامین میں مزاحیہ رنگ تو آسان ہے، لیکن عقل مندی، خیال آفرینی، اور استعارہ و رعایت کی چمک دمک لانا بہت ہی مشکل ہے۔ یوں بھی چرکین کو فحش قرار دینا زیادتی ہے۔ فحش کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اعضائے جنس اور/ یا جنسی افعال کا بیان کھلی زبان میں اس طرح کیا جائے کہ اس سے لذت پیدا ہو، یا ایسا بیان، جو لذت پیدا کرنے کے لئے بنایا گیا ہو اور جس میں جنس اور اس کے متعلقات و افعال کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہو۔ چرکین پر اس تعریف کا اطلاق بمشکل ہی ہوسکتا ہے۔

لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تعریف ایسی ہے جو الگ الگ شخصوں کے لئے الگ الگ معنی رکھے گی، اور فحش/ غیر فحش کا انحصار خود پڑھنے والے کی ذہنی کیفیت پر ہوگا۔ اس کی مثال کے لئے یہ مشہور لطیفہ ہے :

'' ایک شخص کسی ماہر نفسیات کے پاس گیا کہ جنسی خیالات ہر وقت

میرے ذہن میں سمائے رہتے ہیں۔ میں زندگی سے تنگ آ گیا ہوں، کوئی کام کرہی نہیں سکتا، جنس ہر وقت میرے ذہن پر چھائی رہتی ہے۔ مجھے علاج کی ضرورت ہے۔

ماہر نفسیات نے کچھ بالکل ابتدائی اقلیدسی شکلیں، مثلاً مثلث، مربع، دائرہ، اسے دکھائیں اور پوچھا کہ یہ شکلیں آپ کے ذہن میں کیا تاثر پیدا کرتی ہیں؟ مریض نے ہر شکل کو دیکھ کر فوراً کسی نہ کسی جنسی عضو یا چیز کا نام لیا۔ ماہر نفسیات نے کہا، ''صاحب، واقعی جنس آپ کے ذہن میں بے حد اور بہت دور تک چھائی ہوئی ہے۔''

''میرے ذہن پر جنس چھائی ہوئی ہے! بہت خوب! ''مریض نے تنک کر کہا۔ ''اور یہ جو آپ مجھے مسلسل ننگی تصویریں دکھائے جا رہے ہیں تو آپ کے ذہن پر کیا سوار ہے؟''

لہٰذا ''فحش'' اور ''غیر فحش'' مطلق انواع نہیں ہیں۔ لیکن یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ چرکین کے یہاں فحاشی بہت کم ہے، اور اگر کلام کے ذریعہ جنسی لذت پیدا کرنے یا حاصل کرنے کی شرط کو سب سے اہم قرار دیں تو چرکین کا کوئی شعر مشکل ہی سے فحش کہلائے گا۔ ہاں ''خلاف تہذیب'' کی بات اور ہے۔ یعنی چرکین کا کلام ایسا کلام نہیں ہے کہ اسے بچوں یا بہو بیٹیوں کو پڑھایا جا سکے یا اسے ان کے سامنے پڑھا جا سکے۔ اس شرط کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن یہ شرط کوئی چرکین کے لئے انوکھی نہیں ہے۔ انیسویں صدی کے پہلے کا کوئی اُردو شاعر شاید ایسا نہیں کہ اس کے کلام کا کچھ نہ کچھ حصہ ''خلاف تہذیب'' نہ کہا جا سکے۔ لیکن ''خلاف تہذیب'' بھی اضافی اصطلاح ہے۔ آخر دنیا میں ایسی فلمیں روزانہ بنتی ہیں جنھیں "A" یعنی Adult سرٹیفیکیٹ دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ ''صرف بالغوں کے لئے'' ہوتی ہیں لیکن وہ بے کھٹکے تمام سنیما گھروں میں دکھائی اور

دیکھی جاتی ہیں۔ بہت چھوٹا بچہ تو خیر، لیکن عام حالات میں ٹکٹ گھر کا بابو ٹکٹ خریدنے والے سے بلوغت کا ثبوت تو نہیں مانگتا۔ اور پھر اب تو سی .ڈی. اور ڈی.وی.ڈی. کا زمانہ ہے کہ جو فلم چاہیں گھر بیٹھے دیکھ لیں۔ لہٰذا ''خلاف تہذیب'' کا تصور بھی اضافی اور موضوعی (Subjective) ہے۔

خیر، ہم یہ مان کر چلتے ہیں کہ چرکین کا کلام ایسا نہیں ہے کہ اسے کھلے بندوں پڑھا پڑھایا جاسکے۔ اب سوال یہ اُٹھتا ہے کہ چرکین نے ایسا کلام لکھا کیوں؟ کیا ہم فحش گو شعرا (مثلاً استاد رفیع احمد خاں، ڈاکٹر اشرف عریاں اور پہلے کے لوگوں میں ایک حد تک صاحب قراں بلگرامی اور ان سے بھی پہلے میر جعفر زٹلی) کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ جنسی لذت یا گدگدی پیدا کرنے سے انھیں دلچسپی تھی؟ ظاہر ہے کہ رفیع احمد خاں کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے۔ یقیناً انھیں دنیا اور معاملات دنیا سے دلچسپی تھی اور ان کے تصور حیات میں طنز (Irony) کو بہت عمل دخل تھا۔ صاحب قراں کا سارا کلام فحش نہیں ہے اور انھوں نے فحش اور غیر فحش میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ کبھی کبھی تو پوری غزل سیدھی سادی کہنے کے بعد مقطع میں وہ کوئی فحش بات ڈال دیتے ہیں۔ جعفر زٹلی اول تو طنز نگار ہیں، پھر بگڑے دل اور زمانہ و ابنائے زمانہ پر برہم کوئی تلخ فکر و تلخ کام جوان ہیں، پھر اس کے بعد کہیں وہ کھرے فحش نگار ہیں۔ اور ان کے فحش کلام میں پھکڑ پن، فحش برائے لذت، یا ہولی کے فلک سیر کی پیدا کردہ افزوں خیالی (exuberance) کے ابلتے، لہراتے ہوئے اظہار جیسے کئی رنگ ملتے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف عریاں کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے یہاں ''ادب برائے فحاشی'' کا انداز زیادہ حاوی ہے۔

لیکن یہ سب لوگ بہر حال فحش گو تھے، برازیات ان کا میدان نہ تھا۔ جعفر زٹلی سے زیادہ سخت فحش گو ہمارے یہاں شاید کوئی نہیں ہوا، لیکن انھیں برازیات سے برائے نام ہی شغف ہے۔ اور وہ برازیات کے عالم سے الفاظ اسی وقت لاتے ہیں جب ان سے معنی کا کوئی پہلو پیدا ہوتا ہو۔ مثلاً وہ ایک ''چہرہ'' لکھتے ہیں جس میں صاحب چہرہ کا نام ''چھچھامل پرنالہ سنگھ'' لکھ کر اسے ''ساکن

سنڈ اس پوز" لکھتے ہیں اور اس کی "گوز دانی" کو "فراخ" بتاتے ہیں۔ سوداؔ اور میرؔ کی ہجویات میں کہیں کہیں برائے نام برازیات ملتی ہیں۔ یعنی برازیات کی کوئی روایت ہمارے یہاں ایسی نہیں نظر آتی جس کو اپنے تہذیبی ورثے کا حصہ سمجھ کر چرکین نے اسے اختیار یا قبول کیا ہو۔ لاطینی اصطلاح میں چرکین بالکل Suigeneris (از خود پیدا شدہ) معلوم ہوتے ہیں۔ بظاہر ان کا کوئی پیش رو نہیں، پیرو البتہ بہت نکلے۔ تو پھر چرکین نے یہ رنگ کیوں اختیار کیا؟

یہ سوال بظاہر غیر ضروری معلوم ہوتا ہے، اور اس کا جواب شاید کبھی مل بھی نہ سکے، الا کہ ہم یہ کہیں کہ چرکین کا رجحان طبع برازیات کی طرف تھا۔ لیکن یہ جواب سراسر دوری (Circular) ہے، اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چرکین کے کلام کا مطالعہ کریں تو پہلی نظر میں وہ ہمیں خلاف تہذیب باتیں نظم کرنے والے ہزال معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ذرا ٹھہر کر اور تنقیدی نظر کے ساتھ ان کا کلام پڑھا جائے تو دنیا کچھ مختلف دکھائی دیتی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ چرکین نے غزل کے مضامین یوں لکھے ہیں کہ مضمون آفرینی بھی حاصل ہوئی ہے اور غزل کے مقبول عام طرز کی پیروڈی بھی ہوگئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیروڈی نگار بظاہر تو اصل عبارت یا متن کا مذاق اڑاتا ہے لیکن دراصل وہ اسے خراج تحسین وعقیدت پیش کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پیروڈی نگار کو اپنے ہدف کے طرز بیان، اس کی کمزوریوں اور مضبوطیوں، اس کی ذہنی ساخت، ان سب پر مکمل دسترس ہوتی ہے، یا ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو تو پیروڈی کا لطف اور اس کی تنقیدی معنویت جاتی رہے گی۔ لہٰذا چرکین اگر کامیاب پیروڈی نگار ہیں (اور بیشک ایسا ہے) تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ چرکین کو اپنے زمانے کے مقبول طرز غزل گوئی، اور خود غزل گوئی کے نظری مباحث کا پورا احساس تھا۔ وہ غزل کے مزاج آشنا تھے، اسی باعث وہ اپنی غزل میں نہ صرف یہ کہ مروجہ مضامین کا نہایت کامیاب خاکہ اڑاتے ہیں، بلکہ نئے مضامین بھی ایجاد کرتے ہیں۔ بالکل شروع دیوان کی غزلوں سے یہ چند شعر دیکھیے۔

پڑ گیا مہتر پسر کے چاند سے منھ کا جو عکس

چاہ مبرز بے تکلف چاہ نخشب ہو گیا

مختلف پیشوں کے لڑکوں کے بارے میں تعریفی، یا نیم مزاحیہ نیم تعریفی، یا طنزیہ شعر کہنا دراصل شہر آشوب کی روایت ہے۔ کلیم ہمدانی نے اسے عورتوں کی طرف منتقل کر کے بعض عمدہ غزلیں کہیں ہیں ۔

زحسن شستۂ دھوبی چہ گویم

ازاں بے پردہ محبوبی چہ گویم

یہاں دھوبن کی رعایت سے ''شستہ'' کس قدر عمدہ ہے، یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میر نے مختلف پیشوں سے متعلق لڑکوں کا ذکر کیا ہے، مثلاً ۔

افسانہ خواں کا لڑکا کیا کہیئے دیدنی ہے

قصہ ہمارا اس کا یارو شنیدنی ہے

یہاں بھی ''افسانہ خواں'' کی مناسبت سے ''کیا کہیئے'' اور پھر ''کیا کہیئے'' کی مناسبت سے ''دیدنی ہے'' کی خوبی ظاہر ہے۔ اسی طرح ''افسانہ خواں'' کی مناسبت سے ''قصہ ہمارا اس کا'' کی خوبی بھی ظاہر ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چرکین بھی انھیں دونوں کی روایت کے شاعر ہیں۔ ان کے یہاں ''مہتر پسر'' اور ''چاہ مبرز'' کی مناسبت داد سے مستغنی ہے۔ اسی طرح، ''چاند سے منھ'' کی مناسبت سے ''چاہ نخشب'' بھی نہایت عمدہ ہیں۔ لیکن چرکین نے ان مضمون آفرینیوں کے ساتھ معنی کی بعض باریکیاں بھی رکھ دی ہیں۔ ملاحظہ ہو :

(۱) ''مہتر'' کے معنی ''حلال خور، بھنگی'' بھی ہیں اور ''سردار قوم'' بھی۔

(۲) اگر وہ سردار قوم کا بیٹا ہے تو اس کے چہرے کو ''چاند'' سا فرض کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ حلال خور کا بیٹا ہے تو چاند سا چہرہ رکھنے کے لئے ممکن ہے کہ اس

کے نطفے میں کچھ ''شریف'' خون بھی شامل ہو۔

(۳) چاہ مبرز پر مہتر پسر کے چاند سے چہرے کا عکس پڑنے کے معنی یہ ہیں کہ متکلم یا تو ننگا اور اوندھا پڑا ہوا تھا اور مہتر پسر نے اس کے مبرز میں تھوک دیا،

(۴) یا پھر اس کے معنی یہ ہیں کہ مہتر پسر متکلم کے مبرز کی صفائی پر مامور تھا۔

(۵) دونوں صورتوں میں معمولہ ظرافت کے علاوہ خود پر ہنسنے یا اپنا ہی مذاق اُڑانے کی کیفیت نمایاں ہے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ یہ شعر محض ''برازیات'' کا شعر نہیں، کچھ اور بھی ہے۔ ایک دو شعر اور دیکھئے ؎

گوہا چھی چھی پر مزاج یار پھر مائل ہوا
غیر سگ سیرت کی پھر صحبت میں وہ داخل ہوا

''گوہا چھی چھی''، جیسا کہ سب جانتے ہیں، تین لفظوں سے مرکب ہے: گو، ہا، چھی چھی۔ یعنی کسی شخص کا پاؤں یا نگاہ گو پر پڑی، اور اس نے، یا دیکھنے والے نے معاً پکارا، ''گو، ہا! چھی، چھی...!'' لہٰذا اس کلمے میں نجاست میں آلودگی اور نجاست سے آلودگی، شور غل، فجائیہ انداز گفتگو، یہ سب شامل ہیں۔ اس کلمے کے استعاراتی یا مستعمل معنی حسب ذیل ہیں:

غلاظت، نجاست، بک بک جھک جھک، بدتہذیبی، رسوائی، ذلت و خواری

معشوق کی سفلہ پروری یا خود معشوق کی سفلگی ہماری کلاسیکی غزل کے عام مضمون ہیں۔ اب ان مضامین اور مندرجہ بالا معنی کی روشنی میں شعر پر غور کریں:

(۱) معشوق کا مزاج بار بار سفلگی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۲) معشوق ایسے لوگوں کو نگاہ پسندیدگی سے دیکھتا ہے جو سفلہ مزاج ہوں۔

(۳) ایسے لوگوں کا (اور اس لئے خود معشوق کا) مزاج کتوں جیسا ہے، کہ وہ ہر

وقت اور ہر چیز پر لڑتے اور شور مچاتے رہتے ہیں۔

(۴) اس میں معشوق کی ذلت اور رسوائی ہے، لیکن اسے پروا کب ہے؟

ایک اور شعر دیکھئے ؎

جانہ اہل آبرو کو دے کبھی گندہ مزاج

حوض پاخانہ میں کب تعمیر فوارہ ہوا

یہ شعر تمثیلی انداز کا ہے، یعنی ایک بات کہی یا ایک دعویٰ کیا، پھر اس کے ثبوت کے لئے کوئی عمومی بیان لائے جو مبنی بر حقیقت ہو، یا حقیقت قرار دے دیا گیا ہو۔ ناسخ اور غالب نے اس طرح کے شعر بہت کہے ہیں کہ یہ سبک ہندی کا خاص رنگ ہے۔ ناسخ ؎

رتبۂ اعلیٰ میں ظالم ترک کر دیتے ہیں ظلم

پاؤں سے کاہش نہیں خار سر دیوار کو

پہلے مصرعے میں ایسا دعویٰ کیا جو ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسرے مصرعے میں نہایت پیچیدہ (اور صحیح) دلیل لائے کہ ظالم کو کبھی نہ کبھی مظلوم کے ہاتھ پامال ہونا پڑتا ہے۔ کانٹے ظالم ہیں، پاؤں میں چبھتے ہیں۔ لیکن جب ان کا رتبہ بڑھ جاتا ہے (یعنی وہ خار سر دیوار بنا دئے جاتے ہیں) تو وہ کسی کو چبھتے نہیں، لہٰذا کسی کا پاؤں انھیں پامال بھی نہیں کرتا۔ چرکین کا شعر بھی اسی طرح کے دعوے اور دلیل پر مبنی ہے۔ پہلے مصرعے میں ایسا دعویٰ کیا جس کی دلیل ممکن نہیں۔ لیکن دوسرے مصرعے میں عام زندگی سے دلیل لائے کہ بیت الخلا میں فوارہ نہیں بنایا جاتا۔

مشکل زمینوں میں چرکین نے ایسے نادر گل کھلائے ہیں کہ شاہ نصیر اور ناسخ و آتش کی یاد آتی ہے ؎

جیسی کرتا ہے کوئی ویسی ہی پیش آتی ہے
کھائے جو آگ ہگے گا وہی انگارے سرخ

بے قراری ہے تری اے دل ناشاد عبث
بے اثر گوز کے مانند ہے فریاد عبث

وصف لکھتا ہے تری کانچ کا اے سیم اندام
کیوں نہ ہو رنگ محرّر دمِ تحریر سفید

گوہا چھپی چھپی کے جو مضمون تھے تحریر اس میں
یار نے موت کے دریا میں بہایا کاغذ

ساغری چرتی ہے ساقی جب یہاں آتی ہے شمع
تیرے رخ کے سامنے پروانہ بن جاتی ہے شمع

اس پری نے واہ نام حسن کیا روشن کیا
مقعد دیوانۂ عریاں میں جلواتی ہے شمع

کسی کا قول ہے کہ برازیات نہایت اہم موضوع ہے، کیونکہ ہمارے سارے جسم کے نظام سے اس کا تعلق ہے۔ جو کچھ اندر جاتا ہے وہی کسی نہ کسی روپ میں باہر آتا ہے۔ یہ بات کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی، بلکہ ایک عام مشاہدے پر مبنی ہے۔ چرکین کو بول و براز اور اس کے متعلقات (بالخصوص گوز اور بواسیر) سے جو دلچسپی ہے اور جس جس طرح انھوں نے ان مضامین کو اپنے شعر میں باندھا ہے وہ ایک اور حقیقت کی طرف ہماری توجہ منعطف کرتا ہے۔ یعنی معشوق ہو یا شیخ، کسی کو بھی ان معاملات سے مفر نہیں۔ چرکین کی برازیات معشوق کو بیت الخلا کی سطح پر لا کر ہمیں یقین دلاتی ہے کہ معشوق بھی ہم جیسا انسان ہے اور اس سے بھی وہی افعال سرزد ہوتے ہیں جو ہم عام،

گندے، غیر نفیس، بدصورت انسانوں کے معمولہ افعال ہیں۔

ڈکنس (Charles Dickens) کی ہیروئینوں کے بارے میں والٹر ایلین (Walter Allen) نے دلچسپ بات کہی ہے کہ انھیں ہمیشہ قبض رہتا ہے۔ یعنی وہ اس طرح ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں گویا کوئی انسانی فعل (خاص کر بیت الخلائی فعل) ان سے سرزد ہی نہ ہوتا ہو۔ بائرن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نوالہ منھ میں ڈالنے، چبانے اور حلق سے اتارنے کو اس قدر ''غیر نفیس'' فعل سمجھتا تھا کہ کسی عورت کو کچھ بھی کھاتے دیکھ نہ سکتا تھا۔ اسی طرح، ایک بار کسی انتہائی خوبصورت اور نازک اندام نوجوان لڑکی کو دیکھ کر کسی کے منھ سے بے ساختہ نکل گیا، ''کیا ان جیسیوں کے ساتھ بھی وہی کام کیا جاتا ہوگا؟'' لہٰذا چرکین کی ایک بڑائی یہ بھی ہے کہ انھوں نے معشوق کے رومانی پیکر کی جگہ ایک زندہ انسان رکھ دیا ہے

گو اچھالے گا سڑی ہوگا چنے گا تنکے
وہ پری گھر میں جو چرکین کے مہماں آئے

نظر پڑی تری اے یار جب سے موت کی بوند
ذلیل آنکھوں میں در خوش آب رہتا ہے

حاجت جو اس نگار کو استنجے کی ہوئی
آنکھوں کے ڈھیلے عاشقِ بدنام کے لئے

اس مہر کو گھر سے آتے دیکھا
ہگنے کے لئے جو تڑکے اُٹھے

رونق افزا ہو جو پاخانے میں وہ رشکِ بہار
گل ہو لینڈی گو کی شبنم قطرۂ پیشاب ہو

کانچ اس کی دیکھ کر چرکیںؔ نہ ہو کیوں باغ باغ
خوش نما ہوتا ہے ایسا پھول کب کچنال سے

چرکین کے کلام میں نئے (یا ہمارے لئے نامانوس) لفظ بہت ہیں اور زیادہ تر فرہنگیں ان سے خالی ہیں۔ ''اُردو لغت، تاریخی اصول پر'' (ترقی اُردو بورڈ، کراچی) نے دیوان چرکین کو اپنے مآخذ میں شامل کیا ہے۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن اغلاط کتابت کے سبب سے چرکین کا کوئی مطبوعہ دیوان معتبر نہیں ہے۔ خود میرے پاس جو نسخہ اب تک تھا وہ بالکل بے ڈھنگا اور ناقص تھا۔ اسلم محمود نے ازراہ کرم مجھے ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۶/۱۸۵۵ء) کے مطبوعہ ایک نسخے کی فوٹو نقل عطا کی جو میرے نسخے سے بہت بہتر ہے۔ میں ان کا ممنون ہوں۔ لیکن اس نسخے میں بھی اغلاط کتابت بہت ہیں اور کئی نامانوس الفاظ کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہو گیا ہے کہ وہ واقعی نامانوس ہیں یا ان میں سہو کتابت ہے۔

ہمیں جناب شاطر گورکھپوری کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھوں نے کئی مطبوعہ اور مخطوطہ نسخوں کی مدد سے دیوان چرکین کا یہ بہت اچھا نسخہ تیار کیا ہے۔ علاوہ بریں، ان کی یہ جرأت رندانہ بھی لائق داد ہے کہ انھوں نے ترتیب و تدوین نو کے لئے چرکین جیسے مشکل اور اکثر لوگوں کی نظر میں محض ہزال واضحو کہ شاعر چرکین کا دیوان منتخب کیا۔ مجھے یقین ہے کہ دیوان چرکین کی یہ جدید اشاعت ثابت کر دے گی کہ چرکین نرے ہزال اور ہنسوڑ قسم کے فحش گو نہیں ہیں، بلکہ ان کے کلام میں شاعرانہ فن کاری، لسانی دروبست، استعارہ سازی اور مضمون آفرینی کے بھی رنگ چوکھے ہیں۔ شاطر گورکھپوری نے دیوان پر ایک مبسوط دیباچہ بھی لکھا ہے جس میں چرکین کی زندگی، ان کے کلام کی مختلف اشاعتوں اور تذکروں میں ان کے ذکر جیسے اہم معاملات پر گفتگو ہے۔ مجھے امید ہے کہ دیوان چرکین کی یہ اشاعت نو، اور شاطر گورکھپوری کا دیباچہ، دونوں ہی

ادب کے شائقین کے لئے نادر تحفہ ثابت ہوں گے۔ جان صاحب نے دیوان چرکین کی تاریخ طبع لکھی تھی۔

گل آدم نے ہر اک صفحے کو گلشن بنایا ہے
ہوا ہے شہد سے شیریں نئے آئین کا نسخہ
عجب تاریخ یہ گوہیل کہی ہے جان صاحب نے
سنا بی جان باجی کل چھپا چرکین کا نسخہ

۱۲۷۳ھ

میر صاحب اگر آج ہوتے تو یقین ہے یہ شعر اضافہ کر دیتے۔

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں ہم یہ کہتے ہیں
کہ پھر چھاپا میاں شاطؔر نے چرک آئین کا نسخہ

شمس الرحمٰن فاروقی

الٰہ آباد، ۲۰؍مئی ۲۰۰۷ء

''میں اپنے بچپن میں یہ سوچ سوچ کر حیران رہ جاتا تھا کہ ناولوں کے کرداروں کو کبھی بیت الخلا جاتے کیوں نہیں دکھایا جاتا۔ اسی طرح پریوں کے قصّے ہوں یا اُوپرا(OPERA)، ڈراما ہو، فلمیں ہوں یا بصری آرٹ کی مختلف شکلیں، ان میں بھی کسی کو رفع حاجت کی ضرورت کیوں نہیں پیش آتی۔ انسان کی روزمرّہ زندگی میں پیشاب یا پاخانے کا عمل جو زندگی کا سب سے اہم اور انتہائی ضروری معمول ہے، وہ آخر آرٹ کی دنیا میں اپنی جگہ کیوں نہیں بنا سکا جبکہ ہم لاتعداد بار اپنی مسرتوں اور دکھوں کی گھڑیوں میں اور جنسی اختلاط کے ابتدائی اور دوسرے مرحلوں کے دوران اکثر اسکا سامنا کرتے آئے ہیں۔ میں لڑکپن کی عمر ہی سے یہ سوچتا آیا ہوں کہ ہم پیشاب پاخانے جیسی زندگی کی ناگزیر صورتِ حال کی تصویر کشی سے آخر کیوں دامن بچاتے رہے جبکہ دوسری طرف پستان، فَرج اور ذَکر کے فن کارانہ بیان پر تو بڑا زور صرف کیا جاتا رہا ہے۔''

جرمن ناول نگار PATRICK SUSKIND

کے ناول ''ON LOVE AND DEATH''

مطبوعہ لندن ۲۰۰۶ء سے ماخوذ

(ترجمہ: اسلم پرویز)

حرفِ آغاز

اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو ادب میں کلام چرکینؔ اپنی نوعیت کا واحد، نایاب اور دلچسپ شاہکار ہے۔ مگر افسوس کہ مشاہیرِ علم وادب نے اُسے یکسر نظرانداز کردیا۔ چرکین کا ذکر اگر کہیں ملتا بھی ہے تو برائے نام۔ اس صنفِ سخن کی اہمیت کے پیشِ نظر ایک طویل عرصے سے مری دِلی خواہش تھی کہ چرکینؔ کے منتشر اجزائے کلام، جہاں اور جیسے بھی دستیاب ہوں، انھیں یکجا کروں اور ایک مکمل مجموعے کی شکل میں طبع کرا کے عوام وخواص کی خدمت میں پیش کرسکوں، مگر حیف، چند ناگزیر حالات کے تحت کئی سالوں تک ایسا نہ کرسکا اور یہ دلی خواہش پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔

اللہ بھلا کرے مرے اُن کرم فرما حضرات کا جن کے مُسلسل اصرار اور ہمّت افزائی نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے دیرینہ قفلِ سکوت کو توڑ دوں اور اس سلسلے میں تگ ودو کرکے کلامِ چرکینؔ کو ترتیب دوں، شکر ہے مری اِن ہی کاوشوں کا حاصل یہ موقّر ونایاب شعری مجموعہ دیوانِ چرکینؔ ہے جسے پیش کرنے کی جرأت وجسارت کر رہا ہوں۔ امید کہ یہ مجموعہ سنجیدہ ادبی حلقوں میں مقبول ہوگا، بہ نظرِ احسن دیکھا جائے گا اور اُردو ادب کے رنگارنگ خدوخال میں توجّہ کا مرکز بنے گا۔

ابتدائے کار

انتہائی ناشکری ہوگی اگر اس مجموعے کی ترتیب واشاعت میں اُن حضرات کی نوازشاتِ پیہم کا تذکرہ نہ کروں جن کے تعاون نے مری ہمّت افزائی کی اور مجھے منزلِ مقصود کی جانب قدم اُٹھانے کی تحریک عطا فرمائی۔

سب سے پہلے میں شہر گورکھپور کے قدیم ادبی ادارے ''دائرۂ ادب'' کے جملہ اراکین کا شکر گزار ہوں جن کا خلوص اور اشتراکِ عمل شاملِ حال رہا۔ اِس ادارے کی وابستگی میرے لئے بے حد مُمِدّ و معاون ثابت ہوئی۔

میرے لئے شروع میں جو اہم مسئلہ درپیش تھا وہ چرکینؔ کے بکھرے اور منتشر کلام کی فراہمی کا تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے مقامی سطح پر اُس کی تلاش کی۔

(۱) مقامی لائبریریوں کا جائزہ لیا اور بازاروں میں اُردو کتابوں کے دوکانداروں سے رابطہ قائم کیا مگر ہر جگہ محرومی و ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ دریافت کرنے پر ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ کلامِ چرکینؔ بہت عرصے سے نایاب ہے اور کسی نے اُس کی طباعت کا خیال نہیں کیا ہے۔

(۲) اُس کے بعد مقامی بزرگ شعراء اور اُدبا سے پوچھا، مگر نتیجہ صفر نکلا۔

(۳) البتہ ایک روز دورانِ گفتگو مقامی قدیم اُردو پریس کے مالک جناب حامد علی عرف ننھے صاحب نے مسکراتے ہوئے کمرے میں جا کر کلامِ چرکینؔ کا ایک پرانا نسخہ جو رزّاقی پریس، کانپور کا شائع شدہ تھا، لاکر عنایت فرمایا۔ جو مرے لئے تقویت کا باعث بنا۔

(۴) پھر ایک دوسرا نسخہ مقامی معروف و بزرگ شاعر محترمی ادریس مکرانی صاحب نے مجھے تفویض فرمایا جسے رتن اینڈ کمپنی، نئی دہلی نے چھاپا تھا۔

(۵) اسی ضخامت کا ایک تیسرا دیوان عزیزی عبدالحق امامؔ کے ذریعہ موصول ہوا جسے دہلی کے اگروال بک ڈپو نے شائع کیا تھا۔

اِن تینوں نُسخوں میں ایک خاص بات جو قابلِ ذکر نظر آئی وہ یہ کہ کسی پر بھی سنہِ اشاعت درج نہیں نیز اشعار کی کتابت انتہائی ناقص و غیر معتبر ہے۔

چونکہ میرا ارادہ ایک جامع، مستند اور مکمل دیوانِ چرکینؔ مرتب کرنے کا تھا اس لئے مجھے کلام کے حصول کے لئے دوسرے ذرائع تلاش کرنے کی فکر ہوئی۔ ابھی اسی ادھیڑ بُن میں تھا

کہ میرے ایک قریبی دوست نے مری توجہ کتابوں کے ایک دِل دادہ جناب اسلم محمود (جو ریلوے انتظامیہ سے حال ہی میں سبک دوش ہونے کے بعد اندرانگر لکھنؤ میں رہائش پذیر ہیں) کے ایک انوکھے مضمون کی جانب مبذول کرائی۔ یہ مضمون ماہانہ نیا دور لکھنؤ کے اودھ نمبر (حصہ دوم) کے اکتوبر، نومبر ۱۹۹۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس میں اسلم محمود صاحب کے مضمون ''اودھ اور اطراف کی چند انوکھی اُردو مطبوعات'' کا میں نے مطالعہ کیا جس میں چرکینؔ کے قدیم مطبوعہ دیوان کا مختصر مگر معتبر ذکر تھا۔

موصوف نے اپنے مضمون میں سولہ نایاب و نادر اُردو کتابوں کا ذکر کیا تھا جس میں ایک ''دیوانِ چرکینؔ'' کا نسخہ بھی شامل تھا جو ۱۲۷۳ھ/ ۵۷-۱۸۵۶ء کا طبع شدہ تھا۔ یہ بھی علم ہوا کہ ساری کتابیں اسلم محمود صاحب کے ذاتی ذخیرۂ کتب کی زینت ہیں اور انھیں اُنکی رضامندی سے دیکھا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک عزیز مقیم لکھنؤ کے ذریعہ اسلم محمود صاحب کا رابطہ ٹیلی فون نمبر حاصل کرکے اُنھیں اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ موصوف مرے مقصد کو جان کر بہت خوش ہوئے اور فوراً مجھے ہر طرح کا تعاون دینے کے لئے راضی ہو گئے۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے مجھے یہ بھی تنبیہہ کی کہ اُردو والے جب یہ سنیں گے کہ آپ چرکینؔ جیسے ''بے آبرو'' شاعر پر کا کام کرنا چاہتے ہیں تو زیادہ تر لوگ آپ کی ہمت پست کریں گے مگر بہتر ہوگا کہ ایسے لوگوں کی نظر انداز کر دیا جائے۔ میں نے اُن کے گراں قدر مشوروں کو ذہن نشین کرلیا۔ چند ہفتوں بعد اسلم محمود صاحب سے چرکینؔ اور کلامِ چرکینؔ پر مفید مواد حاصل ہوا جس کی وجہ سے مرا کام پایہ تکمیل تک پہنچ سکا۔ حیرت کی بات ہے کہ انجمن ترقی اُردو (ہند) کے جریدے ''ہماری زبان'' کے ذریعہ بھی اس کام کے سلسلے میں مدد کا طالب ہوا لیکن وہاں سے بھی چرکینؔ کے سلسلے میں کوئی نشاندہی نہیں کی گئی جس سے اُردو دانشوروں میں چرکینؔ سے مکمل بے توجہی کا اظہار ہوتا ہے۔

مزید کرم فرماتے ہوئے اسلم محمود صاحب نے ملک کی بہت سی لائبریریوں کے پتے

اِس ہدایت کے ساتھ عنایت کئے کہ میں اُن سے خود رابطہ قائم کر کے چرکینؔ کے دیوان کے مختلف ایڈیشن حاصل کروں۔ میں نے کئی لائبریوں کو رجسٹرڈ خطوط روانہ کئے مگر صرف دو لائبریریوں سے جواب آئے۔ سب سے پہلے رضا لائبریری رامپور سے نسخوں کے عکس دستیاب ہوئے۔ اس کے لئے میں ڈاکٹر وقار حسن صدیقی آفیسر ان اسپیشل ڈیوٹی رضا لائبریری رام پور کا بے حد ممنون و شکرگزار ہوں۔ دوسری کامیابی مجھے خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ سے حاصل ہوئی جہاں سے دیوانِ چرکین کے ایک قدیم نسخے مطبوعہ ۱۲۷۳ھ اور دو کتابچوں کے عکس مجھے موصول ہوئے۔ لائبریری کے ڈائرکٹر ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب کا میں اِس سلسلے میں بہت ممنون ہوں اور تہہِ دِل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہاں اسلم محمود صاحب برابر ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعہ میری رہنمائی فرماتے رہے اور مناسب ہدایات سے بھی نوازتے رہے۔ نیز میرے کام کی پیش رفت کے بارے میں بھی اکثر و بیشتر دریافت کرتے رہے۔ اب میرے پاس چرکینؔ کے دیوان کے تدوین کے لئے کافی مواد اکٹھا ہو چکا تھا اور انھیں کی بنیاد پر میں نے یہ کام شروع کیا۔ دیوانِ چرکینؔ کی تدوین میں میں نے مندرجہ ذیل نسخے استعمال کئے:

(ا) دیوانِ چرکینؔ (مطبوعہ)

خاتمۂ دیوان سے پتا چلتا ہے کہ اس کے مرتب سیّد مقصود عالم مقصودؔ رضوی پہانوی تھے جنکے حالات مالک رام کی کتاب تلامذۂ غالبؔ (مرکزِ تصنیف وتالیف، نکودر، ۱۹۵۷ء) میں موجود ہیں۔ آپ کے والد سیّد صدرِ عالم مسرورؔ بھی شاعر تھے۔

مقصودؔ نے فارسی میں اپنے والد سے اور اُردو میں نواب عاشور علی خان بہادر لکھنوی سے مشقِ سخن کی۔ مرزا غالبؔ کی خدمت میں اصلاح کی درخواست لے کر پہنچے اور غالبؔ نے اُنھیں شمس الشعراء کا خطاب عطا کیا اور اُن کے کلام پر اصلاح کرتے رہے۔ مقصودؔ اُردو اور فارسی

دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ وہ علمی مباحثات اور ادبی معرکوں میں دلچسپی رکھتے تھے اور حصہ لیتے تھے۔ مالک رام کے مطابق مقصود نے پچاس کے قریب کتابیں لکھیں اور پچاس برس کی عمر میں وفات پائی۔ مقصود کا مختصر ذکر عبدالغفور نسّاخ کے ''سخنِ شعرا'' مطبوعہ نولکشور، پریس لکھنؤ ۱۸۷۴ء میں بھی موجود ہے۔

یہ مطبوعہ دیوانِ چرکین مقصود ایسے نکتہ رس اور سنجیدہ شخص نے چرکین کے مرنے کے تقریباً ۲۵ سال بعد مرتب کر کے چھپوایا تھا جو اپنے علمی اور ادبی کارناموں کی وجہ سے اور مرزا غالب اور مفتی میر عباس جیسی عظیم شخصیتوں کے حلقے میں رہنے سے خود ایک سند تھا۔ چرکین کے کلام کو اکٹھا کر کے منظرِ عام پر لانے والا کوئی ادنیٰ یا معمولی آدمی نہ تھا، چرکین کے اُستاد بھائی مقصود تھے کیوں کہ دونوں نواب عاشور علی خان بہادر کے شاگرد تھے۔ مقصود نے اپنے استاد بھائی ہونے کا حق یوں ادا کیا کہ چرکین کا کلام اکٹھا کر کے شائع کروایا۔ جس قدر چرکین کے دِوادین مجھے اب تک دستیاب ہوئے ہیں اُن میں سب سے زیادہ کلام اسی مطبوعہ دیوان میں ہے۔ اس سے پہلے کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوسکا۔ جتنے بھی بعد کے قلمی یا مطبوعہ نسخے حاصل ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے سب اسی مطبوعہ دیوان پر مبنی ہیں۔ قیاس ہے کہ یہ دیوان چرکین کا پہلا اڈیشن ہے۔ یہ بھی گمان ہے کہ مقصود ایسا ذہین اُستاد بھائی اگر چرکین کو نہ ملتا تو شاید چرکین کا جو کچھ کلام آج ہم تک پہنچا ہے وہ تلف ہوگیا ہوتا یا گمنامی کے غار میں پڑا ہوتا۔

متذکرہ دیوانِ چرکین حوض اور حاشئے میں بیالیس صفحات پر چھپا ہے جسکی کتابت چیت رام نے کی ہے۔ نسخے پر نہ تو ناشر کا اور نہ مطبع کا نام ہے ہاں مقامِ اشاعت لکھنؤ ضرور درج ہے۔ اُردو کی کسی مطبوعہ کتاب میں مطبع کا نام نہ ہونا خلافِ معمول ہے اور موجودہ دور میں تو غیر قانونی بھی۔ یہ بات واضح نہیں ہوسکی کہ جس دور میں شاید سنسر شپ سخت گیر نہیں تھی تو مطبع یا ناشر کا نام کیوں نہیں دیا گیا۔ مقصود ایسی قابلِ احترام شخصیت کا نام تو صاف چھپا ہے مگر چھاپنے والے

پریس کا نام نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے مقصود نے یہ کام کسی ناشر کے سپرد نہ کیا ہو بلکہ نجی طور سے چھپوا کر اپنے شاگرد بھائی کی یاد میں تقسیم کیا ہو۔

دیوانِ چرکین کا یہ ایڈیشن ۱۲۷۳ھ مطابق ۵۷-۱۸۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔ دیوان کے آخر میں تین منظوم تاریخیں درج ہیں اور ان تینوں سے ۱۲۷۳ھ نکلتا ہے۔ پہلا تاریخی قطع مقصود عالم مقصود کا ہے، دوسرا امیر یار علی جانصاحب کا اور تیسرا قطع جو فارسی میں ہے، دیوان کے کاتب چیت رام کا ہے۔ دیوان کے اختتام پر یہ بھی صاف درج ہے کہ ۱۲۷۳ھ میں اوراقِ منتشر کو ردیف وار بہ ترتیب حروف تہجی جمع کیا گیا۔

یہ دیوان لکھنؤ میں غدر سے کچھ پہلے یا دورانِ غدر شائع ہوا تھا۔ یہ ہنگامہ خیز زمانہ تھا شاید اسی وجہ سے دیوان کے بیشتر نسخے غدر میں ضائع ہو گئے ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ یہ ایڈیشن قطعی نایاب ہے۔ اسکا ایک نسخہ خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں اور دوسری کاپی اسلم محمود صاحب کے ذخیرۂ کتب، لکھنؤ میں ہے۔ اس میں پرانے اِملے کا استعمال کیا گیا ہے۔

(۲) دیوانِ چرکین (مطبوعہ)

دیوان پر چرکین کا پورا نام درج نہیں ہے۔ سرِ ورق پر صرف دیوانِ چرکین ''خوبصورت نستعلیق'' میں چھپا ہوا ہے۔ نہ تو مرتب کا نام نہ ناشر کا اور نہ مقامِ اشاعت ہی درج ہے۔ کتابت صاف اور اِملا جدید ہے۔ آخری صفحہ پر وہی دو تاریخی قطعات درج ہیں جو ۱۲۷۳ھ والے مطبوعہ دیوان میں ہیں یعنی مقصود عالم مقصود اور میر یار علی جانصاحب کے۔ کُل تعداد صفحات ساٹھ ہیں۔

اس دیوان میں تقریباً سارے کلام وہی ہیں جو ۱۲۷۳ھ والے لکھنؤ کے مطبوعہ ایڈیشن میں ہیں لیکن تعداد کلام واشعار پہلے والے نسخے سے کم ہیں۔ چونکہ اسکا اِملا موجودہ دور کا ہے اور

کتابت آسانی سے پڑھی جاتی ہے اس لئے ۱۲۷۳ھ والے نسخے کی کہیں کہیں کی مشکوک عبارت کو پڑھنے میں اِس دیوان سے کافی مدد ملی۔

ایک بات اور، جو کاپی میرے سامنے رہی، گمان ہے کہ وہ کسی عالمانہ مزاج کے شخص کی ملکیت تھی جس نے کئی جگہوں پر ضروری فرہنگ یا وضاحت قلم سے کی ہے اور دیوان کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ یہ دیوان مشہور ادیب، عالم، مصنف اور اسلم محمود صاحب کے عزیز دوست محترمی نیّر مسعود صاحب کے کتب خانہ لکھنؤ میں موجود ہے اُن کی عنایت سے مجھے یہ نسخہ دیکھنے کو ملا جس کا میں تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

(۳) دیوانِ چرکیںؔ (مخطوطہ)

یہ اُردو مخطوطہ نمبر ۱۴۰۰، رضا لائبریری، رام پور میں مرجود ہے۔ پہلے صفحے پر بیل بوٹے بنے ہیں اور دیوان وہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ سرِ ورق یا دیوان کا عنوان الگ سے نہیں دیا ہے۔ تحریر نہایت صاف اور خوبصورت جلی نستعلیق میں سطروں کے بیچ جگہ چھوڑ کر ہے۔ نہ تو کاتب کا نام اور نہ سالِ کتابت ہی کہیں درج ہے۔ متن بھی بنیادی طور پر وہی ہے جو ۱۲۷۳ھ والے مطبوعہ نسخے میں ہے۔ یہاں تک کہ مطبوعہ نسخے کے اغلاط بھی آنکھ بند کر کے نقل کر دیۓ گئے ہیں۔ بغور دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بمقابل دیوان مطبوعہ، قلمی نسخہ میں اشعار کچھ کم ہیں۔ اِس نسخے کا استعمال تدوین کے دوران برابر کیا گیا۔ اِس مخطوطے میں کل تعداد صفحات ۱۰۷ ہیں۔

(۴) دیوانِ چرکیںؔ (مخطوطہ)

یہ قلمی دیوان رُدولی، ضلع بارہ بنکی کے مسلم بن عقیل صاحب کے پاس موجود ہے جو اپنے کو چرکیںؔ کے خاندان سے بتاتے ہیں۔ عقیل صاحب نے اس نسخے کا عکس اسلم محمود صاحب

کو ۲۰ رمئی ۲۰۰۰ء کو لکھنؤ میں دیا تھا۔ کتابت جلی حروف کی نستعلیق میں ہے لیکن ہاتھ پختہ نہیں۔ یہ نسخہ بھی ۱۲۷۳ھ کے مطبوعہ دیوان پر مبنی معلوم ہوتا ہے لیکن مخطوطے میں کلام کی تعداد مطبوعہ ۱۲۷۳ھ کے دیوان سے کافی کم ہے۔ کوئی شعر زائد نہیں لیکن حوالے کے لئے یہ مخطوطہ کام میں آیا ہے۔ سنہ کتابت یا کاتب کا نام کہیں درج نہیں ہے۔ تعداد صفحات ٦٦ ہے۔

(۵) چرکینؔ نامہ (مطبوعہ)

اسلم محمود صاحب کے ذخیرۂ کتب میں سیّد امیر علی نیازؔ کا ''دیوانِ نیازؔ'' بھی موجود ہے جو مطبع محمدی، دہلی سے ۱۲۸٦ھ یعنی ۱۸٦۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اسکے آخری پانچ صفحات پر چرکین نامہ شائع ہوا ہے۔ اس میں چرکینؔ کی پندرہ ہزلیں ہیں۔ یوں تو تیرہ ہزلیں وہی ہیں جو ۱۲۷۳ھ کے مطبوعہ نسخے میں بھی موجود ہیں لیکن دو ہزلیں ایسی بھی ہیں جو کسی اور نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ یہ دونوں زائد ہزلیں موجودہ متن میں شامل کرلی گئی ہیں۔

خدا بخش اورینٹل لائبریری میں بھی اس ''چرکین نامہ'' کا الگ سے بہت ہی خراب چھپا ہوا نسخہ موجود ہے۔ تاریخِ اشاعت درج نہیں ہے اور صفحات کی تعداد سات ہے۔

متذکرہ بالا پانچوں نسخوں کی مدد سے دیوانِ چرکینؔ مرتب کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مندرجہ ذیل مطبوعہ لیکن ناقص، نامکمل اور اغلاط سے پُر چرکینؔ کے دواوین بھی پیشِ نظر رکھے گئے ہیں:۔

(ا) انتخابِ دیوانِ چرکینؔ: باہتمام بابو کیدار ناتھ۔ دیباچہ محمد رفیع خاں، مطبوعہ ہندوستانی پریس لکھنؤ۔ ۱۹۲۵ء تعداد صفحات ۳۲۔

(ب) انتخابِ دیوانِ چرکینؔ: باہتمام بابو کیدار ناتھ۔ دیباچہ محمد رفیع خاں، مطبوعہ ہندوستانی پریس لکھنؤ۔ بار دوم۔ سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

(ج) دیوانِ چرکین: باہتمام حبیب احمد، مطبع رزاقی، کانپور، سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

(د) دیوانِ چرکین: ملنے کا پتہ شیخ وزیر حسین و شیخ فضل حسین تاجرانِ کتب، دہلی۔ سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

(ہ) دیوانِ چرکین: مرتبہ عباس عالم عظیم آبادی، ابرار عالم بک ایجنسی، کلکتہ، سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

(و) دیوانِ چرکین: اگروال بک ڈپو، دہلی، سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

(ز) دیوانِ چرکین: رتن اینڈ کمپنی، دہلی۔ سنہِ اشاعت درج نہیں۔ صفحات ۳۲۔

مندرجہ بالا ساتوں مجموعے نامکمل اور پُراز اغلاط ہیں۔ اِن میں چرکین کے عموماً وہی اشعار درج ہیں جو عوام کے مذاق کے معلوم ہوتے ہیں اور جن کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ بول و براز کے ذِکر کی وجہ سے ہی بازاری پسندیدگی کا حصہ ہوں گے۔ اس لئے اُن کی فروخت پٹری کی کتاب کی دوکانوں سے ہوتی ہے جو ریلوے اسٹیشنوں، بس اسٹینڈوں کے قریب یا عوامی میلوں میں لگائی جاتی ہیں۔ اس طرح چرکین کا کلام لوک ادب کا نمائندہ حصہ بن کر رہ گیا۔ شمالی ہند میں عام طور سے ہر نیم پڑھا لکھا آدمی اُردو ادب کے کسی ستون سے واقف ہو یا نہ ہو لیکن وہ چرکین سے ضرور مانوس اور آگاہ ہوگا۔ یہ ہے چرکین کی مقبولیت کا حال۔

چرکین اُردو شعراء کے تذکروں میں

(ا) تذکرۂ خوش معرکہ زیبا:

مُصنّف۔ سعادت علی خاں ناصر۔ مرتبہ مشفق خواجہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۲ء۔

اس تذکرے کو ناصر نے ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء کے قریب مرتب کرنا شروع کیا۔ مشفق خواجہ کے مطابق ناصر کا انتقال لکھنؤ میں ۱۸۵۷ء اور ۱۸۷۱ء کے درمیانی زمانے میں ہوا۔ تذکرے میں چرکین کا ذکر یوں ہے :

''چرکین: طرزِ جدید میں (مشہوراور) نامور، شیخ باقر علی تخلص چرکین، قصبہ رُودولی کا رئیس و مہتر، بندشِ مضمون پوچ و پادرتح سے بہتر (کذا) آخر آخر وہ آلودگی سے پاک ہوکر قاصدِ کربلائے معلّیٰ ہوا۔ شدّتِ اشتیاقِ زیارت سے روح نے جسد کو رستے میں چھوڑا اور آپ ثوابِ عتباتِ عالیات حاصل کیا۔ یہ اشعار اُس پروردۂ خوانِ نعمت، نواب عاشور علی خاں سے یادگار'' (اسکے بعد چرکین کے (۲۲) اشعار درج ہیں)

(۲) گلستانِ بےخزاں :

مرتبہ میر قطب الدین باطن۔ ناشر اُتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ۔ سنہ اشاعت ۱۹۸۲ء آغازِ ترتیب ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء تکمیل ۱۲۶۵ھ/ ۴۹-۱۸۴۸ء۔ اشاعتِ اوّل ۱۲۹۱ھ/ ۷۵-۱۸۷۴ء تذکرے میں چرکین کا ذکر اس طرح ہے :

''چرکین تخلص لا اعلم روبرو اور شعرا کے۔ اُن کے گُلِ کلام کی بو سے دماغ سامعین پریشان، جمیع حاضرین کو یہ خطرہ کہ اِس بدبو کی تاب کہاں۔ گُلِ مضمون پرگندہ بہاری سر ہلائے۔ مضامینِ رنگ برنگ سے بوئے بہاری آئے۔ خاکروب فکر صحنِ طبع کو جاروبِ شعاعی سے یوں صفائی بتاتا ہے۔ صحت خانۂ کاغذ میں حاجت مندِ مضمون کم کم آتا ہے۔''

(اسکے بعد چرکین کے چند اشعار پیش کیے ہیں۔)

(۳) سخنِ شعرا :

مرتبہ عبدالغفور نساخ ناشر اُتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ۔ سنہ اشاعت ۱۹۸۲ء۔ آغازِ ترتیب ۱۲۶۹ھ/ ۵۳-۱۸۵۲ء، تکمیل تقریباً ۱۲۸۱ھ/ ۶۵-۱۸۶۴ء اشاعتِ اوّل ۱۸۷۴ء... اس تذکرے میں چرکین کا ذکر اس طرح ہے۔

"چرکین تخلص شیخ باقر علی باشندۂ قصبۂ زرولی۔ غالباً مضامین میں شعر نہایت پاکیزہ کہتے تھے۔ دیوان اُنکا نظر سے گزرا۔"

(اسکے بعد چرکین کے نو اشعار پیش کئے ہیں)

(۴) تذکرہ گلستانِ سخن:

مرتبہ مرزا قادر بخش صابر۔ ناشر اتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ سنہ اشاعت ۱۹۸۲ء آغاز ترتیب ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء، تکمیل ۱۲۷۱ھ/ ۵۵-۱۸۵۴ء۔ اس تذکرے میں چرکین کے حالات یوں درج ہیں:

"چرکین تخلص ایک شخص ظریف، شوخ مزاج، ساکن لکھنؤ کا۔ وہ ہمیشہ سخنِ پاکیزہ کا دامن نجاستِ معنوی سے آلودہ رکھتا، یعنی مضامین بول و براز اس طرح شعر میں باندھتا کہ زمینِ سخن کو گُوہ گڑھیا بنا دیتا، مگر اُسکی قوتِ شامہ یک قلم باطل ہوگئی تھی کہ اس غلاظت سے بے دماغ نہ ہوتا تھا۔ انصاف تو یہ ہے کہ ابیات میں ہر چند گُوہ اُچھالتا اور کاغذ کے ہر گوشے میں پیشاب کی چال بہاتا تھا، لیکن کوئی لطیف مزاج اُس سے دماغ بند نہ کرتا اور کوئی پاکیزہ طبع اُس سے گھن نہ کھاتا، گویا بحرِ شعر نے اس نجاست کو بہا دیا تھا۔

شرط سلیقہ ہے ہر اِک امر میں
عیب بھی کرنے کو ہُنر چاہیے

ایک دوست نے کہا کہ یہ اُن نعمائے لطیف کا فضلہ ہے کہ ابو اسحاق اطعمہ نے تناول کی تھیں۔ میں نے کہا کہ لطافت اُن نعماء کی تخمیر کھانے کس قدر کثیف ہوں گے کہ اُنکا فضلہ اِس مدّت دراز کے بعد دفع ہوا۔ اوائل حال میں تو اُس نے یہ وضع ہزل سمجھ کر اختیار کی تھی لیکن رفتہ رفتہ اس قال کو حال بنالیا اور اِس گندہ ذہنی نے اُس کو اگھوری بنا دیا گویا یہی بو اُس کے بدن میں رچ گئی تھی۔ مدام لباس چرک پہنتا اور ایسی میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اُس کو سچ مُچ حلال خور سمجھتا۔ صحبت کا اثر

مشہور ہے۔ یہاں صرف تصور اور خیال نے یہ تاثیر کی کہ صحبت کو پرے بٹھا دیا۔ حق یہ ہے کہ جو ابتدا میں کہتا تھا انتہا میں کر دکھایا۔ آخر الامر لال بیگ کی صحبت اور گوگا پیر کی ہم نشینی کے شوق میں شہر کے مقاماتِ پاکیزہ سے بھاگ کر صدہا آرزو کا ٹکرا سر پر رکھے ہوئے بہ طریق پاتراب کے جنگل کے کسی کوڑے پر اوّل منزل کی۔ ہر چند الفاظ کی نجاست ظاہری سے قلم گھن کھا کر نہ چاہتا تھا کہ اُس کے اشعار کو ہاتھ لگا دے، لیکن یہ سمجھ کر کہ قصرِ عالی میں جائے ضرور سے گریز نہیں ہے دم کے دم اُس طرف بھی متوجہ ہوا۔"

(اس کے بعد چرکیںؔ کے ۲۸/ اشعار درج ہیں۔)

(۵) تذکرہ نسخہٗ دلکشا:

مُصنّف۔ جے جے ؔمتر اُرماںؔ۔ مرتبہ رئیس انور رحمٰن، علمی مرکز، کلکتہ۔ ۱۹۷۹ء۔

یہ تذکرہ ۱۸۵۴ء میں زیرِ طبع تھا اور آدھے سے زیادہ چھپ چکا تھا، لیکن ارماںؔ کی علالت کی وجہ سے کام روکنا پڑا۔ ارماںؔ مسلسل علیل رہے اور ۱۸۶۹ء میں اُنکا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اِس تذکرے کو نامکمّل صورت میں ہی ارمان کے بیٹے نے ۱۸۷۰ء میں شائع کروایا۔ چرکیںؔ کے بارے میں بہت مختصر بیان اِس تذکرے میں ملتا ہے :

"چرکین تخلّص، نام معلوم نہ ہوا مگر رہنے والے لکھنؤ کے۔ اشعار پلید مضامین میں بہت پاکیزہ کہتے ہیں۔"

(اسکے بعد چرکین کے تین اشعار درج ہیں)

(۶) تذکرہ خندہٗ گُل:

مرتّبہ عبدالباری آسی اُلدنی، مطبوعہ نگار مشین پریس لکھنؤ۔ سنہ اشاعت ۱۹۲۹ء

(کتاب پر ۱۸۲۹ء چھپا ہے جو غلط ہے۔)

یہ ظریف ہزل گو شعراء کا دلچسپ تذکرہ ہے جواب بالکل نایاب ہے۔ اس میں چرکیںؔ

کے بارے میں کچھ اس طرح تحریر ہے :

''چرکینؔ، شیخ باقر علی نام تھا۔ قصبہ رُدولی کے رہنے والے تھے مگر مصنّف تذکرہ ''گلستانِ سخن'' ان کو لکھنؤ کا رہنے والا کہتے ہیں اور علی الزعم سب تذکرہ نویسوں کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ چرکینؔ نے اوّل اوّل مضامین غلیظ محض ہزل اور تفریح طبع سمجھ کر لکھنا شروع کیے تھے، ''لیکن رفتہ رفتہ اِس قال کو حال بنالیا اور اِس گندہ ذہنی نے ان کو اگھوری بنا دیا۔ گویا یہی (بو) اس کے بدن میں رچ گئی تھی۔ مدام لباس چرک پہنتا اور ایسی میلی کچیلی وضع رکھتا کہ اجنبی اس کو سچ مچ حلال خور سمجھتا۔ صحبت کا اثر مشہور ہے۔ یہاں صرف تصور اور خیال نے یہ تاثیر کی کہ صحبت کو پرے بٹھا دیا۔ حق یہ ہے کہ جو ابتدا میں کہتا تھا انتہا میں کر دکھایا۔ آخر الامر لال بیگ کی صحبت اور گوگا پیر کی ہم نشینی کے شوق میں شہر کے مقامات پاکیزہ سے بھاگ کر صد ہا آرزو کا ٹوکرا سر پر رکھے ہوئے بہ طریق پا تُراب جنگل کے کسی کوڑے پر اوّل منزل کی۔'' غرض یہ کہ ہمارے نزدیک چرکینؔ نے اگرچہ رنگ نہایت مُہمل اور بُرا اختیار کیا تھا مگر وہ اپنے طرز کے استاد بے بدل تھے۔ گو اچھالنے کو اپنے دیوان کی ایک مکمّل اور لاجواب صنعت بنا دیا ہے اور اِس غلیظ کی چھینٹوں سے ان کا دامنِ شاعری کمال کا ایک رنگین گلزار پُر بہار معلوم ہوتا ہے۔

کہن سال بزرگوں سے سنا ہے کہ اُن کے مختلف شاگرد تھے جن میں سے دو نہایت مشہور اور اپنے اُستاد کے رنگ کے مشّاق تھے۔ ایک کا تخلّص گودڑؔ اور دوسرے کا حیفؔ تھا جن کا نام اگرچہ معلوم نہیں ہو سکا مگر دو دو چار چار شعر مل گئے ہیں جو اُن کے تذکرے میں درج کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ اب دیوانِ چرکینؔ کا ایسا مکمّل انتخاب پیش کروں کہ اُس کے بعد اُن کے دیوان کو دیکھنے کی کسی (کو) احتیاج باقی نہ رہے۔ گو کہ اب دیوان چرکین ایک انتخابی صورت میں چھپ گیا ہے اور وہ عام طریقے سے ملتا ہے مگر میں قدیم اور مکمّل دیوان سے انتخاب کرتا ہوں جس میں بہت سے وہ شعر ہیں جو مروّجہ دواوین میں نہیں ہیں۔ انتخاب میں بعض وہ شعر بھی دوں گا

جن میں چرکینؔ نے اپنی وضع کے التزام کے ساتھ ساتھ محاورات بھی صرف کئے ہیں کمال کا اتنا بڑا اسکہ بٹھا دیا ہے جس کا ازالہ دشوار تر اور ناممکن ہے۔"

(اس کے بعد چرکینؔ کے ۹۱ راشعار درج ہیں۔)

(۷) اپنی یادیں رُودولی کی باتیں:

مرتبہ سیّد علی محمد زیدی۔ ناشر عزمی پبلی کیشنز، رُودولی، ضلع بارہ بنکی۔ سنہ اشاعت ۱۹۷۷ء

اس تذکرے میں چرکینؔ پر زیادہ تر مواد غلط یا غیر معتبر ہے۔ چرکینؔ کا اصل نام بھی صحیح نہیں دیا گیا ہے۔ مجھے اس کا اقتباس ڈاکٹر ... رُودولوی سے حاصل ہوا جس کے لئے میں موصوف کا بے حد ممنون و شکر گزار ہوں۔ چرکین کے سلسلے میں ، کچھ ...

"میاں چرکینؔ۔ آپ کا نام جعفر علی ... تخلص ...

بتائے جاتے ہیں، مگر کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مکان کہاں پر تھا۔ بعض بزرگ مثلاً واصف نے یہ بیان (کیا) کہ جہاں اِس وقت تبلیغ القرآن مدرسہ کی عمارت ہے اُس ...

مجموعہ کلام آپ کے دیکھے ہیں، ایک کے علاوہ اُس میں ... نہ حالات زندگی ہی کچھ تحریر ہیں۔ ممکن ہے کہ محققین کچھ واقفیت رکھتے ہوں ... علم از کم مجھکو تمام کوششوں کے باوجود نہ ہوسکا۔ مسلم بن عقیل، جو اپنے کو میاں چرکینؔ کا خاندانی کہتے ہیں، اُنھوں نے بہت پرانا شجرہ مجھکو دکھایا ہے اور اپنے والد کی بیاض کا ایک شعر اس کے ثبوت میں پیش کیا۔

میاں چرکینؔ کا تخلص نام کے ساتھ درج نہیں ہے۔ کنیزن اور

سائرہ، جعفر علی کی لڑکیاں تحریر ہیں

جعفر علی تو نام تھا چرکینؔ تخلص

احباب جانتے ہیں کہ میں اُن کا پوتا ہوں

اُن کا شجرہ یوں ہے :

جـ۔ ... جعفر علی ابن فضل علی ابن محمد ماجد ابن مولوی عبدالواحد۔

۲۔ مسلم بن عقیل ابن محمد عقیل ابن تصدق حسین ابن لطف علی ابن تہور علی ابن محمد ماجد ابن مولوی عبدالواحد

اس شجرے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل میاں چرکین کے خاندان سے ہیں ... کے مورث ایک تھے۔

میاں چرکین بہت بلند شعراء ... شمار کئے جاتے تھے۔ کلام بہت عمدہ اور پاکیزہ ہوتا تھا مگر لوگ آپ کا کلام چرا کر اپنے نام ... کرتے تھے جسکی وجہ سے میاں چرکین نے عاجز ... ایسے اشعار کہنے لگے جس میں گندگی کا ذکر ضرور ہوتا تھا اس ... ان موجود ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں ہندوستان پریس، نظیر آباد لکھنؤ نے جو مجموعۂ کلام شائع کیا ہے ...

... کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا مقصود یہ ہے کہ ادبی دنیا میں زندہ ...

ب۔ اسکے بعد تذکرہ ... زیبا مرتبہ شمیم انہونی (نسیم بک ڈپو لکھنؤ ۱۹۷۱ء) سے ... دیا گیا ہے جسے میں اس تذکرے کے ذکر میں پہلے ہی تحریر کر چکا ہوں۔

آگے بڑھنے سے پہلے ''اپنی یادیں رُدولی کی باتیں'' میں درج غلطیوں کا شمار کرنا ضروری ہے:

ا۔ چرکین کا اصل نام شیخ باقر علی تھا نہ کہ جعفر علی۔ یہی نام دیوانِ چرکین مطبوعہ ۱۲۷۳ھ میں بھی دیا ہے۔ اسکے علاوہ بھی ادبی تذکروں میں بھی یہی نام درج ہے اسلئے نام کے بارے میں کوئی تنازعہ نہیں ہے۔

ب۔ شجرے میں (جس پر بحث آگے ہوگی) دو شخص ہیں پہلے کا باقر علی اور دوسرے کا نام

جعفر علی ہے۔ یہ باقر علی ہی چرکینؔ ہیں نا کہ جعفر علی۔

ج۔ یہ کسی تذکرے یا دستاویز میں موجود نہیں ہے کہ چرکینؔ کا پاکیزہ کلام لوگ چرا لیتے تھے اس لئے ''عاجز'' ہوکر بول و براز کا رنگ اپنایا۔

د۔ انتخاب دیوانِ چرکینؔ ہندوستانی پریس، لکھنؤ سے ۱۹۲۴ء میں نہیں بلکہ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا یہ اغلاط سے پُر ہے اور اس میں محمد رفیع خاں کا محض چھ سطور کا دیباچہ موجود ہے جس میں کوئی کام کی بات نہیں ہے۔

چرکینؔ کی شخصیت اور حالات

چرکینؔ نہ تو محتاجِ تعارف ہیں اور نہ محتاجِ تعریف۔ اُن کا منفرد کلام (جو ایک زمانے میں ہر میلے اور پٹری کی کتاب کی دوکان پر نظر آتا تھا) خود اُن کا سب سے بڑا تعارف ہے۔ اُردو ادب سے چاہے کوئی ذرا بھی سدھ بُدھ نہ رکھتا ہو لیکن اگر دو چار شعراء کے نام سُن کر ہی واقف ہو تو، ان میں چرکینؔ کا نام ضرور ہوگا۔ برازیات (Scatology) چاہے ناک بھوں سکیڑنے کی چیز ہو لیکن چرکینؔ کے کلام کے عجوبہ پن نے اُسے اتنا مقبول بنا دیا ہے کہ بیشتر اشعار لوک ادب کا حصہ بن گئے ہیں۔

جہاں تک چرکینؔ کے اصل نام کا تعلق ہے، تقریباً سبھی تذکرہ نویسوں نے ''شیخ باقر علی'' تحریر کیا ہے۔ یہی نام دیوانِ چرکینؔ مطبوعہ ۱۲۷۳ھ میں بھی درج ہے۔ یاد رہے کہ اس دیوان کو مقصود عالم مقصودؔ نے مرتب کیا تھا جو مرزا غالبؔ اور نواب عاشور علی خاں کے شاگرد تھے۔ چرکینؔ ضلع بارہ بنکی اُتر پردیش کے مردم خیز قصبہ رُودولی میں پیدا ہوئے لیکن چونکہ چرکینؔ کا زیادہ وقت لکھنؤ میں گزرا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اس لئے مرزا قادر بخش صابر نے ''ساکن لکھنؤ'' لکھا ہے جو صحیح بھی ہے۔

کسی تذکرے میں چرکین کا سنہ ولادت درج نہیں ہے البتہ دیوانِ چرکین مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۲۷۱ھ کے آخر میں جو نثری عبارت چرکین کے استاد بھائی مقصود عالم مقصود نے تحریر کی ہے اس میں یہ جملہ بھی ملتا ہے :

"تاریخ ولادتِ مصنف لفظ "غریب" ہے۔

اگر اس کو درست سمجھا جائے تو لفظ "غریب" کے عدد جوڑ کر سنہ ۱۲۱۲ھ نکلتا ہے۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چرکین کا سنہ ولادت سنہ ۱۲۱۲ھ ہے۔

چرکین کے خاندان کے بارے میں ہمیں تھوڑی سی معلومات زود دلی کے ایک بزرگ مسلم بن عقیل صاحب سے حاصل ہوئی ہیں۔ موصوف اپنے کو چرکین کے خاندان کا بتاتے ہیں۔ انکے فراہم کردہ شجرہ سے مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں :

(۱) چرکین کے مورثِ اعلیٰ مولوی عبدالواحد صاحب تھے جنکے تین بیٹے غلام حیدر، محمد ماجد اور محمد عسکری تھے۔ محمد ماجد کے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے اسمائے گرامی خادم علی، فضل علی، تہور علی اور خضر علی تھے۔

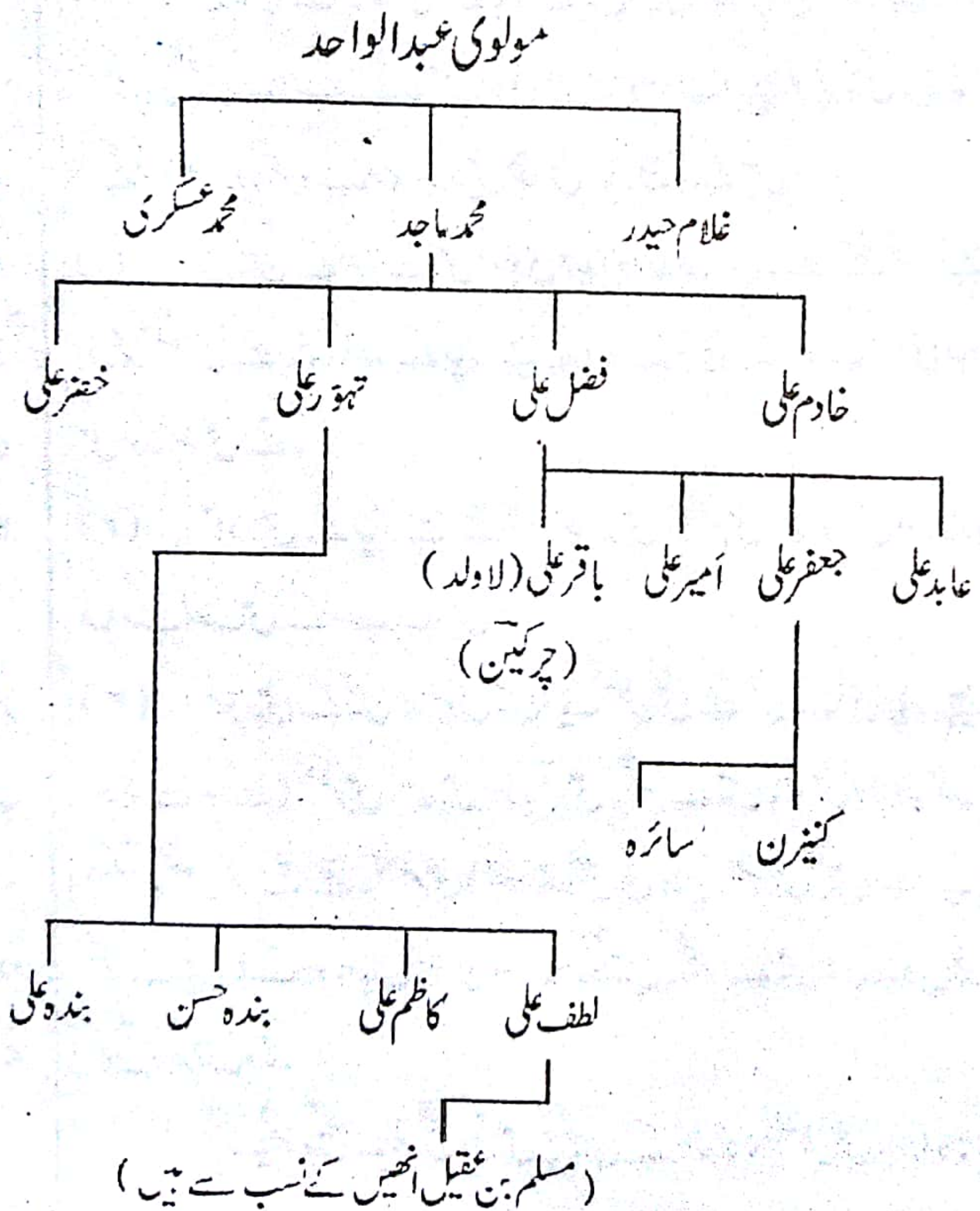
(۲) تہور علی کے چار بیٹے تھے یعنی لطف علی، کاظم علی، بندہ حسن اور بندہ علی۔ مسلم بن عقیل صاحب لطف علی کے نسب سے ہیں۔

(۳) تہور علی کے تین بھائیوں میں ایک فضل علی تھے جن کے بھی چار بیٹے تھے۔ عابد علی (جو جلد فوت ہو گئے) جعفر علی، امیر علی اور باقر علی۔ شجرے میں باقر علی کو لاولد لکھا گیا ہے اور غالباً یہی چرکین تخلص کرتے تھے۔ جعفر علی (جنکو غلط فہمی کی بنا پر مسلم بن عقیل صاحب چرکین سے منسوب کرتے ہیں) کے دو بیٹیاں کنیزن اور سائرہ تھیں۔ شجرے میں ان دونوں خواتین کی اولادوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

اگر یہ شجرہ صحیح ہے تو شیخ باقر علی چرکین کے والد کا نام فضل علی، دادا کا نام محمد ماجد اور پردادا کا

نام مولوی عبدالواحد تھا۔ چرکین کے علاوہ اس خاندانی سلسلے میں کوئی اور نامور ہستی پیدا نہیں ہوئی۔
چرکین کے حالات زندگی کی جھلک تذکروں میں برائے نام پائیتیں کے برابر ملتی ہے
جنکی نشاندہی اوپر کردی گئی ہے۔

چرکین کا شجرۂ نسب



شاعری میں چرکیںؔ کے اُستاد

شاعری میں چرکین کے استادنواب عاشورعلی خان بہادرلکھنوی، بن نواب محمد علی خاں بن شجاع الدولہ بہادر تھے، جو بہت ہی قابل شخص تھے اور کہا جاتا ہے کہ معلومات میں وہ اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ انکا ذکراُردو کے مختلف تذکروں مثلاً ''سخنِ شعرا'' مرتبہ عبدالغفورنساخ، ''خوش معرکہ زیبا'' مرتبہ سعادت علی خاں ناصر، و ''سراپا سخن'' ازمحسن علی محسن میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

نواب عاشورعلی خاں موصوف ایک عظیم المرتبت شاعر بھی تھے اور مشاعروں میں بالالتزام شرکت فرما کرشعراکوداد تحسین سے نوازتے تھے مگرخود شعرخوانی سے احترازفرماتے تھے۔ انھوں نے چرکیںؔ اور جانصاحب کودومختلف اصنافِ سخن کی راہ پرلگادیا۔ اُن کے تلامذہ میں چرکیںؔ اور جانصاحب کے علاوہ مرزا اسحاق اسحاقؔ، کنورسنگھ برپاؔ، روشن لال داناؔ، رحمت اللہ غیورؔ، مقصود عالم مقصودؔ پہانوی، آغامہدی آلمؔ، مرزاواحد علی خاں جلاؔ، مرزا بندہ حسن طاہرؔ، نواب امیر مرزا خاں تقیؔ اور کالکادین ممتاز بھی تھے مگر ان کے شاگردوں میں شیخ باقر علی چرکیںؔ اور میر یار علی جانصاحب نے ہی شہرت حاصل کی۔

نواب عاشورعلی خاں کی وفات ۱۲۷۷ھ/ ۶۱-۱۸۶۰ء میں ہوئی۔

چرکیںؔ کی وفات

۱۲۷۳ھ کے مطبوعہ دیوانِ چرکیںؔ (جسکونواب عاشورعلی خاں کے لائق شاگرد مقصود عالم مقصودؔ نے مرتب کیا تھا) کے متن دیوان کے بعد ایک نثری ضمیمہ ہے جس کومقصود نے لکھا ہے اس میں چرکیںؔ کی موت کا عجیب واقعہ درج ہے:

''عرصہ پچیس برس کا ہوا کہ مصنّف (چرکین) لکھنؤ سے بہ اشتیاقِ زیارات روانہ ہو کے جہاز پر سوار ہوا۔ اختلافِ آب و ہوا سے بیمار ہوا۔ جب مالکِ جہاز نے بیمار شدید پایا، جہاز سے کسی جزیرے میں پہنچایا۔ وہاں ایک انگوری باغ تھا، گلشنِ جناں کا داغ تھا۔ پیک اجل بھی ہمراز کی طرح واسطے قبضِ روح کے ساتھ آیا۔ جان راہی ہوئی۔ صاحبِ باغ نے رحم کھا کے دفن فرمایا۔''

چرکین کی موت کے واقعہ کی تصدیق تذکرہ ''خوش معرکہ زیبا'' کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو پہلے درج کیا جا چکا ہے۔ یہ تذکرہ ۱۸۴۵ء کے قریب مرتب ہونا شروع ہوا اور بقول جناب شمس الرحمن فاروقی صاحب ''اس میں ترمیمیں اور اضافے ۱۸۷۱ء یا کم سے کم ۱۸۶۹ء تک کئے جاتے رہے۔'' (ساحری، شاہی، صاحب قرانی۔ جلد دوم۔ ناشر قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی) صاحب تذکرہ سعادت علی خاں ناصر کا انتقال، مشفق خواجہ کے مطابق ۱۸۵۷ء اور ۱۸۷۱ء کے درمیان ہوا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ جب 'تذکرہ خوش معرکہ زیبا' مکمل ہوا اور دیوانِ چرکین ۱۲۷۳ھ میں شائع ہوا، تو چرکین کا انتقال ہو چکا تھا۔

۱۲۷۳ھ کے مطبوعہ دیوان میں مقصود عالم مقصود نے چرکین کی وفات کے متعلق لکھتے ہوئے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ''عرصہ پچیس برس کا ہوا۔'' اسی دیوان میں مقصود نے اسکے شائع ہونے کی قطع تاریخ خود بھی ۱۲۷۳ھ نکالی ہے۔ مقصود خود بھی عالم تھے اس لئے اگر وہ لکھتے ہیں کہ ۱۲۷۳ھ میں چرکین کی موت کو پچیس برس ہو گئے تھے تو اس کے مطابق چرکین کا سنہ وفات ۱۲۴۸ھ/۳۳-۱۸۳۲ء نکلتا ہے۔

میری تحقیق کے مطابق شیخ باقر علی چرکین کی زندگی کا زمانہ ۱۲۱۲ھ/۹۸-۱۷۹۷ء سے ۱۲۴۸ھ/۳۳-۱۸۳۲ء تک تھا یعنی چرکین صرف چھتیس قمری یا پینتیس شمسی سال تک زندہ رہے۔ چونکہ انھوں نے لمبی عمر نہیں پائی غالباً یہی وجہ ہے کہ اُنکا کلام، جو ہم تک پہنچا، اُسکی تعداد

بہت مختصر ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ موت سے دو تین سال پہلے چرکین عروج پر تھے تو لکھنؤ کے مندرجہ ذیل شعراء ان کے ہم عصر تھے :

(۱) خواجہ حیدر علی آتش (۲) فتح الدولہ مرزا محمد خاں برق لکھنوی (۳) میر یار علی جان صاحب (۴) میر مستحسن خلیق (۵) مرزا سلامت علی دبیر (۶) میر علی اوسط رشک (۷) سید محمد خاں رند لکھنوی (۸) سعادت یار خاں رنگین (۹) نواب مرزا خاں شوق لکھنوی (۱۰) میر وزیر علی صبا لکھنوی (۱۱) طالب علی عیش لکھنوی (۱۲) غلام ہمدانی مصحفی (۱۳) شیخ امام بخش ناسخ (۱۴) دیاشنکر نسیم لکھنوی اور (۱۵) خواجہ محمد وزیر لکھنوی

شاگردانِ چرکین

کسی پرانے تذکرے میں چرکین کے کسی شاگرد کا نام موجود نہیں البتہ عبدالباری آسی الُدنی نے اپنے تذکرہ "خندۂ گل" میں گودڑ اور حیض نام کے دو شعرا کا ذکر کیا ہے جو چرکین کے شاگردوں میں سے تھے۔ آسی نے نہ تو اُن کے حالات بیان کیے ہیں اور نہ نمونۂ کلام ہی دیا ہے۔ غالباً دونوں چرکین ہی کے رنگ میں کہتے رہے ہوں گے۔

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی اپنے تذکرے "ہندو شعراء" (مطبوعہ نامی پریس، لکھنؤ ۱۹۳۱ء) میں ایک شاعر کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں :

"فہمی ۔ جناب منشی گنگا پرشاد صاحب خلفِ اکبر منشی شیو پرشاد صاحب وہبی لکھنوی، کایست سکسینہ خلف منشی سوبھا رام صاحب وصفی۔ آپ کا تخلص پہلے مہتر تھا بمقابلہ چرکین لکھنوی اور اکثر ایک دوسرے سے نوک جھوک رہا کی۔ چنانچہ آپکا یہ مصرعہ زبان زد ہے ۔

میں وہ مہتر ہوں اُٹھا کر پھینک دوں چرکینؔ کو۔ عمر ۶۰ سال‘‘

اگر عشرتؔ لکھنوی نے فہمیؔ کی عمر کا صحیح تعین کیا ہے تو فہمیؔ ۱۸۷۰ء کے آس پاس پیدا ہوئے ہوں گے جبکہ چرکینؔ فہمیؔ کی پیدائش سے کوئی ۳۷-۳۸ سال پیشتر انتقال کر گئے تھے اس لئے فہمیؔ چرکینؔ کے ہم عصر نہ تھے اور دونوں میں نوک جھوک ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ یہ ضرور ممکن ہے کہ فہمیؔ (یا مہترؔ) برازیاتی شاعری چرکینؔ کے مخصوص رنگ میں کرتے رہے ہوں۔

ایک ۳۲ صفحات کا دیوانِ چرکینؔ کلکتہ سے شائع ہوا تھا جسے محمد عباس عالم عظیم آبادی نے مرتب کیا تھا، مگر سنہ اشاعت درج نہیں ہے، جس کے سرِ ورق پر ایک تصویر چھپی ہے اور اُس کے نیچے ’’علامۂ دہر حضرت نواب شیداؔ کلکتوی عرف شوقینؔ، جانشین حضرتِ چرکینؔ مرحوم‘‘ تحریر ہے، مگر چرکینؔ کے شجرے میں اُنکا ذکر کہیں نہیں ملتا۔

بقول مسلم بن عقیل صاحب، محمد عقیل مُفلسؔ ولد تصدق حسین، چرکینؔ کے خاندان سے تھے اور تہوّر علی کی شاخ سے تھے۔ وہ ۱۹۰۰ء میں رُدولی میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں وہیں انتقال کر گئے۔

مفلسؔ نیک طبع اور خاموش مزاج انسان تھے، مزاحیہ شاعری کرتے تھے اور اُن کے اشعار میں چرکینیت کا عُنصر بھی ملتا تھا۔ اُنکا کوئی مجموعۂ کلام شائع نہیں ہوا۔

ادب میں برازیات

اچھی شاعری کا موضوع کچھ بھی ہو سکتا ہے بہ شرطیکہ شاعر میں فن کا کمال ہو اور کم سے کم تھوڑی بہت غیر معمولی تخلیقی صلاحیت بھی۔ شعر کسی رقبے میں کہا جا سکتا ہے اور اُسکا علاقہ محدود نہیں۔ ایک عام قاری کے دماغ میں اکثر یہ غلط فہمی رہتی ہے کہ صرف اعلیٰ قدروں اور لطیف

جذبات پر ہی اچھی شاعری کی توقع کی جاسکتی ہے۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ درد، فراق، مسرت، محبت، زندگی، فنا پذیری، دلیری، قربانی، دوستی، تحمل، برداشت، حُسن، فرزندانہ، پدری، مادری یا برادرانہ جذبات، آزادی، عشق مجازی، عشق حقیقی، پریشانی، اندوہ، تعریف، موت، ماضی کی یاد، خوشحالی وغیرہ ہی شاعری کے معاملات ہیں۔ غور کرنے پر ظاہر ہوتا ہے کہ رقابت، نفرت، حسد، عداوت، طنز، بدنمائی، بدنامی، تذلیل، مذمت، ملامت، تلخ نوائی، بے آبروئی اور حماقت جیسے احساسوں کو بھی شاعری کا حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اُردو، فارسی، عربی اور دوسری زبانوں کی ہجویہ شاعری پر نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ اگر اچھے اور غیر پسند موضوعات پر شاعری کا امکان ہے تو، دو عام طور سے ناپسندیدہ عنوانات یعنی فحاشی اور برازیات بھی چھوڑے نہیں جاسکتے۔

اُردو میں فحش شاعری میر محمد جعفر زٹلی (وفات ۱۷۱۳ء) سے آج تک موجود ہے، اور وہ بہت جان دار ہے۔ ہر شاعر نے عام طور سے کبھی کبھی اس رنگ میں طبع آزمائی کی ہے لیکن یہ کلام تقریباً نہیں کے برابر چھپا ہے کیونکہ یہ عمل زیادہ تر پوشیدہ رہا ہے اور بے تکلفانہ حلقوں میں رہ کر بھی کبھی باہر بھی آجاتا ہے۔ اس لئے یہ کلام ایک قسم کے لوک ادب کا حصہ بھی ہو گیا ہے۔ اس کے معتبر متن کی دستاویزی حیثیت اکثر مشکل سے ہوتی ہے۔ سچ پوچھئے تو یہ علم سینہ کا حصہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی نجی بیاضوں میں دفن رہتا ہے، اور بیاض نویس کی زندگی کے بعد تلف ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اُردو میں چند ایسے شعراء بھی گزرے ہیں، جیسے میر غلام حسین افق برہانپوری، پیر محمد خاں زہی اورنگ آبادی، سیّد محمد فیاض الدین مرد، امام علی صاحبقراں، کلن خاں بچن رامپوری، اشرف الحق عریاں حیدرآبادی، رفیع احمد خاں اور محمد اسمٰعیل مائل لکھنوی وغیرہ جنھوں نے تقریباً پوری زندگی فحش شاعری میں لگادی مگر بیشتر ایسے شعرا کا کلام ضائع ہو گیا ہے۔ یوں تو پڑھنے والوں کی ایک اچھی تعداد اس قسم کی شاعری کی دلدادہ ہے مگر مزاج میں اخلاقی کٹر پن کی وجہ سے کھلی زبان سے اعتراف نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُردو میں معیاری فحش شاعری اچھی

مقدار میں ہے اور امتیازی خوبی کے باعث شاید ہی اُسکا بدل دنیا کی کسی اور زبان میں ملے۔

ادب میں برازیات وہ تصانیف ہیں جن میں پاخانہ اور پیشاب کے ساتھ بیت الخلا کے ماحول میں مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ برازیات جنسیت سے زیادہ ہمہ گیر فطری ضرورت ہے۔ اب بھی اُسمیں ہمکو شرما دینے، شرم ابھارنے اور شرمندگی سے معذور کرنے کی قوت ہے۔ بچوں سے بوڑھوں تک میں فُضلیاتی عناصر بول چال کی زبان میں ضرور ہوتے ہیں گو کہ دیوان خانے کے پر تکلف ماحول میں یہ شجر ممنوعہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گہرے عشق میں مبتلا ایک شخص یہ تصور ہی نہیں کر پاتا تھا کہ اُس کی معشوقہ پاخانہ، پیشاب جیسی نجس حرکتیں کرتی ہے۔ قدیم یونانی، لاطینی، عربی اور فارسی ادب میں کہیں کہیں اچھی ضخامت میں برازیات کی دخل ہے مگر اس انداز میں شاید کوئی ہمہ وقتی مصنف نہیں رہا۔ گندگی اور نجاست کسی کو پسند نہیں پھر بھی کچھ الفاظ اور محاوروں کے ذخیرے میں اُن سب کی کیفیت موجود ہے چاہے کوئی مانوس ہو یا نہ ہو۔ انسانی جسم کے ہر فریضے اور طریقِ کار کا مقام زندہ زبانوں کے دامن کا اہم حصہ ہیں۔

فرانسیسی زبان میں سولہویں صدی میں ایک آزاد منش مصنف فرانسوارابلے FRANCOIS RABELAIS (۱۵۵۳ء-۱۴۹۵ء) نے ایک نثری طنزیہ تمثیل ایک باپ اور بیٹے دیو کے متعلق لکھی تھی جس میں کئی مقامات پر برازیاتی یا فضلیاتی انداز میں تفصیل دی ہے۔ کتاب کا انگریزی ترجمہ کئی بار شائع ہو چکا ہے نام ہے GARGANTUA AND PENTAGRUEL

انگریزی ادیب جوناتھن سوئفٹ (JONATHAN SWIFT) (۱۷۴۵ء-۱۶۶۷ء) اپنے ناول ''سفرنامہ گلیور'' کے لئے مشہور ہے۔ اُسکی بعض تحریروں میں خوب برازیاتی مواد ہے۔

فرانسیسی ادیب مارکی دِساد (MARQUIS DE SADE) (۱۸۱۴ء-۱۷۴۰ء) کے نام سے جنسی کجروی ''سادیت'' زبان میں آئی۔ اُسکے ناولوں میں اس جنسی مرض کے ذریعہ شدید

لذت اندوز طریقے سے اخلاقی اصولوں سے روگردانی کی گئی ہے۔ اُسکی کتابوں میں فحشیات کثرت سے ہے مگر بیباکی سے پیشاب، پاخانے اور مقعد وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔ گرووپریس (GROVE PRESS) نیویارک نے ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۸ میں تین جلدوں میں ساد کے اہم ناولوں کے انگریزی ترجمے شائع کیے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں چیک زبان میں ایک عمدہ مزاحیہ ناول پہلی جنگِ عظیم کے پس منظر میں چھپا۔ مصنف کا نام تھا یاروسلیو ہاشیک (JAROSLAV HASEK) (۱۹۲۳ء - ۱۸۸۳ء)۔ وہ ایک آوارہ منش اور غیر ذمہ دار شخص تھا لیکن عالمی ادب میں یہ ناول اُسکا شاہکار ہے۔ اس ناول کا پہلا انگریزی میں غیر حذف شدہ ایڈیشن لندن سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا جس میں سات سو سے زائد صفحات ہیں۔ اس کتاب میں برازیاتی لطیفے جگہ جگہ دیے گئے ہیں اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مارک ٹوئن (MARK TWAIN) (۱۹۱۰ء-۱۸۳۵ء) امریکی مزاحیہ ناول نگار، ادب کے ستون میں سے ہے۔ اُس نے نثر میں ایک چھوٹا سا رسالہ بنام "۱۶۰۱" لکھا تھا جس میں ملکہ الزبیتھ (اوّل) کے دور کے فضلیاتی آداب پر طنز کیا ہے، یہ متعدد بار غیر معروف امریکی پریسوں سے چھپ چکا ہے۔

دنیا بھر کے برازیاتی رواجوں پر یہ پرانی کتاب اب بھی مستند سمجھی جاتی ہے :

SCATOLOGICAL RITES OF ALL NATIONS

BY : JOHN GREGORY BOURKE

(W.H. LOWDERMILK & CO. WASHINGTON, D.C.) 1891

انگریزی میں پانچ مصرعوں کی مزاحیہ نظمیں لمرک (LIMERICK) کہلاتی ہیں اور لوک ادب کا مقبول حصہ بن گئی ہیں۔ بہت سے لوگوں نے اُن کو تخلیق یا اکٹھا کیا ہے۔ انتخاب کرنے والوں میں انگریز نارمن ڈگلس (NORMAN DOUGLAS) اور امریکی GERSHON

LEGMAN خاصے مشہور ہیں۔ ان مختصر نظموں کا بیشتر موضوع فحش یا فصلیاتی ہوتا ہے۔

انگریزی میں ایک دو جلدوں کا شوخ لطیفوں کا مجموعہ شائع ہوا تھا جس کے دوسرے حصے میں ایک دلچسپ باب برازیاتی چٹکلوں کا بھی شامل ہے :

NO LAUGHING MATTER : RATIONALE OF THE DIRTY JOKE

SECOND SERIES

BY: GERSHON LEGMAN

(BREAKING POINT, WHARTON, NJ) 1975

امریکا سے ہی شش ماہی MALEDICTA (لفظی جارحیت کا مجلّہ) ۱۹۷۷ سے نکلنا شروع ہوا تھا جو غالباً چھ سال تک شائع ہوتا رہا۔ بنیادی طور پر اس میں زبان کی دل آزاری کے الفاظ کا ذکر ہوتا جس میں برازیات کا بھی حصہ تھا۔ یہ رسالہ اب قطعی نایاب ہے۔ اس کا صرف ایک شمارہ دیکھنے کو ملا :

MALEDICTA : THE INTERNATION JOURNAL OF VERBAL

AGGRESSION.

(MALEDICTA PRESS, WAUKESHA, WISCONSIN)

1978. VOL. 1 & 2.

انگریزی اور دوسری زبانوں میں جہاں تک معلوم ہو سکا، کوئی ایسا شاعر نظر نہیں آیا جس نے چرکین کے رنگ میں خاصی مقدار میں کلام تخلیق کیا ہو یا کرتا ہو۔ یہ انداز تفریحاً استعمال کیا جاتا ہے۔ مغرب و مشرق میں غالباً کوئی کل وقتی مصنف نہیں ہوا جس نے برازیات کو موضوع بنایا ہو۔

نوٹ : انگریزی اور فرانسیسی ادب کے حوالہ جات جناب اسلم محمود صاحب سے حاصل ہوئے۔

اُردو ادب میں برازیات اور چرکین

اُردو کی لوک کہانیوں، کہاوتوں، لطیفوں اور ضرب الامثال میں دوسری زبانوں کی طرح بعض دفعہ برازیات بھی شامل ہوتی ہے۔ یہی حال کبھی کبھی بچوں کی طرف سے بولی جانے والی قافیہ بندی اور مقولوں میں ہے۔ لوک کلچر میں شرم اور لحاظ کی جگہ کم ہوتی ہے اور بات صاف صاف کہی جاتی ہے۔

میر جعفر زٹلی (وفات ۱۷۱۳ء) نے اپنے کلام میں کئی جگہوں پر فضلیاتی الفاظ کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ ان میں سے کچھ محاورے، تین سو سال سے زیادہ منجھ کر اب تک رائج ہیں۔ اس سلسلے میں دیکھئے ''زٹل نامہ'' مرتبہ رشید حسین خاں مرحوم۔

گُو اور موت وغیرہ کے مضامین اُردو ہجویات میں بھی ملتے ہیں جسکے میر غلام حسین ضاحک (۱۷۰۶-۱۷۸۲ء) اور مرزا محمد رفیع سوؔدا (وفات ۱۷۸۱ء) عملی طور پر نمائندہ تھے۔

شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق ''تمام داستان گویوں کو برازیات سے کچھ نہ کچھ دلچسپی ہے'' (ساحری، شاہی، صاحبقرانی، جلد سوم) کنیز یا عورت پیشاب کرنے بیٹھتی ہے یا پاخانے میں جاتی ہے تو عیار اُسکو بیہوش کر کے اُسکی صورت اختیار کرتا ہے۔ سازش میں ناکام ہونے پر گو میں لتھڑنا، جمال گوٹا کھانے سے اسہال میں مبتلا ہونا نہایت زرق برق بیت الخلا اور بیگمات کو اُسے استعمال کرنے کا بیان، ریاح خارج کرتی ہوئی ساحرہ جیسے واقعات داستانِ امیر حمزہ میں خوب ملتے ہیں۔

عام اُردو قاری برازیات اور فحشیات میں فرق نہیں کر پاتا اور چرکیںؔ کے کلام کو فحشیات کے خانے میں رکھتا ہے۔ گنتی کے چرکیںؔ کے اشعار شہوت انگیز کہے جاسکتے ہیں۔ چرکیںؔ گُو اور پیشاب کی سخت اثر زدگی میں ہیں اور جنسیت اُنکے لئے ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ طرزِ

چرکینیت میں یکتا ہیں اور اِس میدان میں اُن کا کوئی ثانی نہیں۔ اُنکا عروج لکھنؤ میں اُس وقت ہوا جب خواجہ حیدر علی آتش، غلام ہمدانی مصحفی، شیخ امام بخش ناسخ، خواجہ محمد وزیر، سید محمد خاں رند، میر وزیر علی صبا اور میر علی اوسط رشک جیسے دیو قامت شعرا تخلیق میں لگے ہوئے تھے۔

چرکین کا تخلیقی عمل اُن کی انفرادیت کی شہادت ہے۔ تقریباً پونے دو سو سال پہلے اتنا نڈر ہو کر اِس بہادری سے ایک غیر مقبول اور بدنام رنگِ سخن اختیار کرنا بڑی بات تھی۔ جہاں تک معلومات ہیں چرکین پر اس سے پہلے کوئی سنجیدہ مضمون ابھی تک نہیں لکھا گیا۔ اُن کو نظر انداز ہی نہیں کیا گیا بلکہ اکثر اُن کے کلام کے ساتھ حقارت آمیز سلوک برتا گیا۔ اُن کی خطا یہ تھی کہ وہ شاعری میں غلاظت کے پرستار تھے اور ایسی شاعری اودھ کی نفیس بیٹھکوں میں ناپاک اور تقریباً ناجائز سمجھی جاتی تھی۔ فنی اعتبار سے اُن کے کلام میں معیاری شعرا کی طرح پختگی اور مکمل ہونے کی کیفیت ہے۔ اُس زمانے کی رواج کے مطابق چرکین کسی بے تکلفانہ محفل میں ضرور اپنا کلام سناتے ہوں گے، قیاس کرنا مشکل ہے، لیکن پھر بھی یہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ نواب عاشور علی خاں جیسے صاحبِ ذوق اُستاد کا شاگرد اور مقصود عالم مقصود جیسے عالم کا اُستاد بھائی کن اہلِ دانش کے اجتماع میں کلام سناتا ہوگا۔

اکثر یہ بھی ہوا ہے کہ اپنے فن میں طاق اُردو شعرا زمانے کی بے توجہی اور بے دلی سے فراموش کر دئے گئے ہیں۔ یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہے کہ کثافت اور آلودگی کے باوجود چرکین کا کلام کچھ حد تک محفوظ رہ گیا۔ اسکا اعزاز چرکین کے دیوان کے پہلے مرتب مقصود عالم مقصود کو جاتا ہے جنھوں نے چرکین کے مرنے کے پچیس سال بعد یہ لکھا کہ ''۱۲۷۳ھ میں بہ سبب خواہشِ شائقان راقم ہیچ مدان نے اوراقِ منتشر کو عرصۂ قلیل میں ردیف وار بہ ترتیب حروف تہجی مدوّن کیا، بعد تدوین یہ گلدستۂ ظرافت دستِ شائقان میں دیا کہ وقتِ تذکرۂ جامع اوراق کو بہ ذکر خیر یاد فرمائیں۔ کلام ظرافت کو مردمکِ چشمِ نظارہ بنائیں۔''

یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مرتب کرتے وقت چرکین کا کتنا کلام تلف ہو چکا تھا۔ ۱۹۱ غزلیں اور چند متفرق اشعار ہم تک پہنچے ہیں، یہی چرکین کا کُل اثاثہ ہے۔ چرکین کی زبان وہی ہے جو مصحفی، آتش اور ناسخ کی تھی اور اس میں وہی شوکت وجلال ہے۔ لکھنؤ کے محاورے اور الفاظ کام میں لائے گئے ہیں اور اُن پر جو فرہنگ موجودہ ایڈیشن کے لئے مرتب کی گئی ہے وہ بھی دلچسپ ہے۔ متروکات بھی ہیں۔ نابدان، کھڈی، پاخانہ، پیشاب، حیض، قبض، جُلاب، دست، مقعد اور سُفرہ جیسے الفاظ کے اردگرد چرکین کی کائنات گندگی میں پنپتی ہے اور یہی اُسکا چھوٹا سا میدان ہے، اِس محدود آنگن میں بات پیدا کرنا آسان نہیں ہے، لیکن جب ہم چرکین کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ بھرتی کے شعر شاز ونادر ہی ہیں۔ غزلیں معنیٰ سے پُر ہیں اور بہت سوچ کے بعد تخلیق کی گئی ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ اشعار کی اچھی تعداد ایسی ہے جو اپنے رنگ اور ادائیگی میں بے مثل ہیں اور شاید اُردو شاعری میں اُن کا بدل ملنا مشکل ہے۔

چرکین کے اشعار میں نازک طرز کا مزاح ملتا ہے اور وہ اپنی بات بہت ترکیب سے کہتے ہیں۔ خراب پہلو میں بھی وہ طنز و مزاح نکال کر مسکراتے ہیں۔ اُنکا انداز فقیرانہ ہے۔ وہ حقائق پر نظر ایک خاص بے نیازی سے رکھتے ہیں۔ وہ چبا کر بات نہیں کرتے بلکہ ان کا رویہ کھرا ہے۔

۱۔ سلسل البول کی مانند رہے ڈاک رواں — اتنے خط لکھوں زمانے سے ہو عنقا کاغذ

۲۔ روز و شب ہگنے سے تم اُس سے خفا رہتے تھے — مہترو خوش رہو، چرکیں نے وطن چھوڑا

۳۔ روک کر گھوڑے کو اُس نے مری تربت پہ کہا — لید کرنی ہو تو کر لے تو یہیں تھوڑی سی

۴۔ قبر پہ آکے بھی اُس بُت نے نہ مُوتا افسوس — کام کچھ اپنے نہ مرگِ شبِ ہجراں آئی

۵۔ بسکہ ضعفِ باہ سے رہتا ہے استمنا مجھے — کون سا دن ہے جو پاجامہ ہمارا نم نہیں

۶۔ حاجت جو اُس نگار کو استنجے کی ہوئی — آنکھوں کے ڈھیلے عاشقِ بدنام کے لئے

پاخانہ، پیشاب اور حیض پر اشعار چرکین کا شناختی نشان ہیں۔ یہ موضوعات چاہے جتنے بھی مکروہ ہوں، لیکن ان کو پڑھ کر ہر وہ شخص، جو غیر جانب دار ہے، داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چرکین کا فنی کمال دیکھ کر یہاں بغیر قائل ہوئے نہیں رہا جا سکتا۔

۱۔ سُدّوں کو کبابوں سے آ کر دیجئے تشبیہ — پاخانے پہ عالم ہو کبابی کی دُکاں کا

۲۔ پاخانہ وہیں ہو گیا گلزار تمہارا — کھڈی میں گرا ٹوٹ کے جب ہار تمہارا

۳۔ موتنے میں آیا گر دندانِ جاناں کا خیال — جو گرے گا مُوت کا قطرہ، گُہر ہو جائے گا

۴۔ حیض کے لتّوں سے ترے اے صنم — گُل کا گریبان قبا ہو گیا

۵۔ لال کیا حیض نے سُدّوں کا رنگ — یار کا پاخانہ یمن ہو گیا

۶۔ لائی ہے رنگ گردشِ ایام سے بہار — لبریز خونِ حیض سے ساقی سُبو کریں

گو کہ چرکین کے کلام میں چاروں طرف غلاظت کے ڈھیر لگے ہیں، لیکن بالآخر وہ ایک معلّمِ اخلاق ہیں اور فطری حُسنِ اخلاق کے پیرو۔ امیروں کی دولت اور شہرت اُنکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ دنیا کی بے ثباتی کا انھیں شدید احساس ہے۔ وہ بد اخلاقی کے حامی نہیں، مگر یہ سب وہ اپنے منھ پھٹ انداز میں بتاتے ہیں۔ اسی لئے شاید اُن کے اشعار کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

۱۔ ہیں گُو کے جہاں ڈھیر، وہاں خرمنِ گُل تھا — کیا سبز قدم باغ میں آیا تھا خزاں کا

۲۔ اپنے ہی سڑے ٹکڑوں پہ کی ہم نے قناعت — چکھا نہ مُتنجن کسی نو اب کے خواں کا

۳۔ گُو نہ کھا، پوچ نہ رندوں کو سمجھ، جھوٹ نہ بول — صوفیا! ہوش میں آ، عقل و خرد کر پیدا

۴۔ تبرّا بھیج دنیا پر، عدم کی راہ لے ناداں — نہ کر اِس مزبلے میں بیٹھ کر آلودہ داماں کو

۵۔ مالِ نعمت سے زیادہ اُسے سمجھا میں نے — لید کا بھی جو میسّر ہوا دانہ مجھ کو

۶۔ گانڑ کھولے سوتے ہیں وہ خاک پر زیرِ زمیں — پوتڑے سلتے تھے جنکے قاقم و سنجاب سے

اُردو ادب میں چرکینؔ کا درجہ

شیخ باقر علی چرکین نے اپنی شاعری کے لئے بول و براز کے موضوعات کا انتخاب کیا جس میں اُن کے استاد نواب عاشور علی خاں اُن کے رہنما تھے۔ اگر چرکینؔ معمولی درجے کے ادنیٰ شعر گو ہوتے تو یقیناً اُنکا کلام سپاٹ، بے لطافت اور عامیانہ ہوتا۔ ایسی صورت میں کلام کو مقصود عالم مقصودؔ جیسے عالم (جو مرزا غالبؔ کے ایک طرح سے شاگرد تھے اور مفتی میر عباس جیسی شخصیت کے حلقے میں تھے) کو مرتب کرنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ مقصود نے خود ہی لکھا ہے کہ چرکینؔ کے مرنے کے ۲۵ سال بعد ہی کلام اکٹھا کرنے کی نوبت آئی۔ مقصودؔ کے استاد بھائی میر یار علی جانؔ صاحب بھی تھے جن کے کلام سے آج تک اُردو لُغات میں بعض الفاظ کے سلسلے میں سند دی جاتی ہے، مگر مقصود نے اِس زیادہ پسندیدہ ریختی گو کے دیوان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔ اسکی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ یاد رہے کہ جان صاحب کا پہلا دیوان ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵-۴۶ء میں مطبع مرتضوی، لکھنؤ سے چھپا۔ ایسا لگتا ہے کہ مقصودؔ نے چرکینؔ کو جان صاحب پر فوقیت دی۔

مقصودؔ عالم مقصودؔ علمی بحثوں اور ادبی معرکوں میں دلچسپی رکھتے تھے اور حصہ لیتے تھے اس لئے لازم تھا کہ اُن کو فطری طور پر رموزِ زبان دانی اور اُردو کے صحیح استعمال کے انداز کا شوق ہوگا۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ چرکینؔ کی شاعری اُردو میں تقریباً ایک اچھوتے میدان کی دین تھی۔ اس لئے چرکینؔ کی نادر ترکیبوں کو محفوظ کرنے کا شعور ہوا ہوگا۔ مرنے کے اتنے سالوں کے بعد کلام ترتیب دینے کا مقصد صرف ایک استاد بھائی کا ایک مرحوم استاد بھائی کے لئے بھائی چارہ ہی نہیں ہوگا۔ چرکین کے کلام کا کردار یہ ہے کہ اُس میں وہ الفاظ، فقرے اور محاورے کام میں لائے گئے ہیں جو عموماً نابدان کی زبان میں ہیں۔ اُن کی بولی دیوان خانے یا شائستہ آنگن کی نہیں، بلکہ نالی،

کوڑا گھر، سنڈاس، بول و براز وغیرہ کی ہے۔ پھر جس زبان اور رنگ میں چرکین کہہ رہے تھے وہ نہ تو اجنبی تھی اور نہ کسی خاص طبقے، حلقے یا علاقے کی۔ انھوں نے ٹکسالی اُردو اپنائی تھی۔ مہذب ماحول میں اُن کے بنیادی الفاظ کا چلن نہ ہو لیکن اصل بات یہ ہے کہ خاص و عام اُس زمانے سے پہلے سے آج تک زبان پر نہ لائے جانے والے انسان کے جسمانی روزمرہ کے قدرتی افعال و حرکات کے لئے کم و بیش سب وہی ذخیرۂ الفاظ رائج ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ زیادہ تر لوگوں کو یہ خوشگوار نہ لگیں اور اُن کی جگہ طبی اصطلاحات یا اور نرم کلمات نے بھی کبھی کبھی کام چل جائے۔ اگر سننے والا ناراض نہ ہو یا اُس کے جذبات مجروح نہ ہوں تو اصل اصل ہی ہے۔ اکثر بے روک اور بے تکلف ماحول میں گفتار میں وہی الفاظ بولے جاتے ہیں جن کو چرکین نے بے باکی سے اپنے کلام میں ضبطِ تحریر کیا ہے۔ بول اور براز کے علاقے کے الفاظ جن کے سلسلے میں لوگ بیشتر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اُن کو چرکین نے اپنے دیوان میں محفوظ کر کے درست قرار دیا ہے اور بیت الخلا کے آداب کی ایک باوقعت دستاویز چھوڑی ہے۔

چاہے آپ چرکین کے کلمات اپنی زبان سے ادا کریں یا نہ کریں لیکن اُن کی حقیقت اور اُن کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ زبان کا حصہ ہیں اور اُن کے ناخوشگوار ہونے کی وجہ سے نہ لغت سے نکالا جا سکتا ہے اور نہ مٹایا جا سکتا ہے۔ اُردو ہی کیا، ہر زندہ زبان میں اس طرح کا سرمایہ ہوتا ہے اور یہ زبان کی ہمہ گیری اور رنگا رنگی بھی ظاہر کرتا ہے۔ الفاظ ہر قسم اور روپ کے ہوتے ہیں اور اُن کے معنی اخلاق اور زہد کے پابند نہیں ہوتے۔ ہم کو اُردو زبان کی خوش قسمتی سمجھنا چاہیے کہ کم از کم ایک ایسا شاعر تو ہوا جس نے بول و براز اور اُن کے ہم رشتہ حرکتوں کے الفاظ کی حد بندی کی کوشش کی ہے۔ چرکین نے برازیات کے شعروں کے لئے سوقیانہ زبان نہیں لکھی ہے۔ اُس کا کلام معیاری اُردو میں ہے۔ یہ زبان وہی ہے جو اُس زمانے میں مصحفی، آتش اور ناسخ وغیرہ کی تھی جس کے باعث کوئی بھی چرکین کے اشعار پر انگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ ایک ایک مصرع ایسا لگتا ہے کہ

تراشہ گیا ہے اور زائد اور بھرتی کے الفاظ سے عاری ہے۔ عموماً شعر چستی سے پُر ہیں اور مضمون کی آلودگی کے باوجود کلام میں غضب کی روانی ہے۔ بعض اشعار تو اُردو کے بے مثل اشعار ہیں۔

جن نامانوس کاموں کو چرکینؔ اپنے کلام میں ہوا دیں لیکن وہ بنیادی طور پر اچھے اخلاق کے حامی ہیں اور اُنکو ریاکاری اور مکّاری سے نفرت ہے۔ وہ لوگوں پر شدید چوٹ کرنے سے باز نہیں آتے اور کوئی اُن سے بچ نہیں سکتا۔ بے دھڑک وہ اپنی بات کہتے ہیں اور اِس طرز سے کہ منوا بھی لیتے ہیں۔ اپنی شاعری میں چرکینؔ گستاخانہ انداز میں اکثر بھدّی مگر معنی خیز پیکر تراشی بھی کرتے ہیں لیکن ایسی مہارت اور چابکدستی سے کہ اُن کے شعری فن کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ چرکینؔ کی قدر اصل میں تب ہوتی ہے جب اُسکا قاری بلا تعصب تاب اور ضبط سے اُن کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے۔ میں نے اکثر ادب نواز حضرات کو بغیر پڑھے چرکینؔ کو رد کرتے دیکھا ہے۔ کلام اگر آپ کے مزاج کے مطابق نہیں تو نہ پڑھیئے لیکن بغیر سمجھے بوجھے کسی فنکار کے فن میں کیڑے نکالنا ہرگز جائز نہیں۔ مضمون شعری تخلیق کا کوئی بھی ہو لیکن فن کی خوبیوں کو تو سراہنا ہی چاہیے۔ اُردو میں بہت سی بول و براز کی روایتیں اُس کے وسیع ادب میں بکھری پڑی ہیں اور اُن کی ادبی، تہذیبی، تاریخی اور علمی اہمیت ہے۔ اسکے باوجود چرکینؔ جیسے قابلِ لحاظ شاعر کو تہذیبی ناپسندیدگی اور بناوٹی اخلاقی بندشوں کی بنا پر پچھلے ڈیڑھ سو سال سے کتابوں میں، چند سطور کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ملی۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اُردو ادب کی تاریخ میں چرکینؔ نے ایک محدود اور غیر مقبول دائرے میں رہ کر ایسے ایسے مضامین پیش کئے کہ اکثر اوقات بیساختہ داد دینی پڑتی ہے۔

کلامِ چرکینؔ اُردو ادب کی عام ڈگر سے ہٹ کر ایک عجیب حیرت انگیز اور نادر شے ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں کچھ نہ کچھ برازیاتی شعری کلام ضرور ہے مگر بیشتر اُسکا طرز بازاری اور گھٹیا ہے۔ فن کار شاعروں نے جو بھی اِس رنگ میں طبع آزمائی کی ہے اُسکی مقدار اُن کی روایتی شاعری سے عام طور پر کم ہے۔ ہمیں چرکینؔ کے علاوہ کوئی ایسا شاعر نہیں ملتا جس کا پورا سرمایۂ

شاعری بول و براز کے خزانے سے پُر ہو اور اسی سے وہ پہچانا جائے۔ چاہے چرکینؔ کے کلام کے ناقص چھپے ہوئے نسخے پٹری کی بازاری کتابوں کی دوکانوں پر ہی ملتے ہوں لیکن یہ بات صاف ہے کہ اُردو جاننے والوں نے غیر ارادی طور پر ہی سہی مگر پچھلے ڈیڑھ سو سالوں میں اُن کو فراموش نہیں کیا۔ وہ ہمارے دل میں رہنے والے شاعر تو نہیں لیکن وہ اُردو جاننے والوں کے ذہن سے کبھی دور نہیں رہے۔ ہم بہت کم اُسکے دیوان سے شعر نکال کر بیاض میں لکھتے ہیں نیز اُس کے دیوان کو اپنی کتابوں کی الماری کے گوشے میں جگہ دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں چرکینؔ کی رسوائی کا نمونہ اُس کا دیوان ہے اور وہ اُردو کا قابلِ مذمت شاعر ہے۔ وہ معزز شعرا کی صف میں نہیں اور ان کو معزز نہیں سمجھا گیا۔

سچ تو یہ ہے کہ جو بھی زبان کی خدمت کسی طرح کرے وہ تعظیم کا حقدار ہے۔ اُردو والوں نے چرکینؔ کے خصوصی کردار کا اعتراف نہیں کیا۔ چرکینؔ کے موضوعات نجاست آلود ضرور ہو سکتے ہیں لیکن اُن کی مستند زبان اور اُنکا دیوان دوسروں کے کلام یا کتاب کی طرح بے داغ ہیں۔ چرکینؔ کے دیوان کو مرتب کرنے کی میری حقیر کوشش تب ہی کامیاب سمجھی جائیگی جب اُردو کے ادبی حلقوں میں چرکینؔ کا ایک شاعرانہ و علمی مقام قبول کر لیا جائے گا اور انکو ادب کے باہر کا فرد نہ سمجھا جائے گا۔

اِس دیوان کو مدون کرنے میں ذیل میں دئے دانشوروں نے کئی مرحلوں پر بے جھجھک پوری مدد اور تعاون دیا جسکے لئے وہ دلی شکرئے کے مستحق ہیں۔ اگر یہ حضرات ہمت نہ بڑھاتے تو یہ کام مزید مشکل ہو جاتا۔

(۱) جناب اسلم محمود : سابق ایڈیشنل ممبر، ریلوے بورڈ، نئی دہلی۔ انکا ریلوے انتظامیہ سے طویل تعلق رہا ہے اور چند سال پہلے ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ اندرا نگر لکھنؤ میں رہتے

ہیں۔ اُردو اور انگریزی میں کئی علمی اور ادبی موضوعات پر کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق ہے۔ آپ کے پاس نادر کتابوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے جسے آپ نے برسوں کی کاوش سے اکٹھا کیا ہے اور بڑے سلیقے سے ترتیب دے رکھا ہے۔ آپ ہی نے چرکینؔ سے متعلق بیشتر اہم اور بنیادی مواد فراہم کیا اور آپ ہی کی نوازشاتِ پیہم و تعاونِ بیکراں کے طفیل یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ آپ کی ادب، علم اور فنونِ لطیفہ کی جانکاری قابلِ رشک ہے۔ اللہ نے انھیں ہمہ گیر ذہن دیا ہے۔

(۲) ڈاکٹر نیّر مسعود : سابق صدر شعبۂ فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ۔ آپ مشہور اُردو اور فارسی عالم اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ صفِ اوّل کے افسانہ نگار بھی ہیں۔ سیّد مسعود حسن رضوی ادیب مرحوم کے لائق فرزند ہیں۔ ادبستان، دین دیال روڈ، لکھنؤ پر رہتے ہیں۔ لکھنؤ کے ادب اور کلچر کا خاص مطالعہ کیا ہے۔ علوم و فنون میں خاصا دخل رکھتے ہیں اور ایک رنگا رنگ شخصیت کے مالک ہیں۔ حال ہی میں کولہے کی ہڈّی ٹوٹنے کے سبب چند مہینوں تک صاحبِ فراش رہے اسکے باوجود آپ نے پلنگ پر لیٹے لیٹے اسلم محمود صاحب کے ساتھ چیدہ چیدہ چرکینؔ کا متن پڑھ کر مناسب وضاحتیں کیں اور مشکل الفاظ و محاوروں کے علاوہ لکھنوی متروکات پر بھی نظر ڈالی۔

(۳) ڈاکٹر سیّد سلیمان حسین : سابق صدر شعبۂ اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ۔ آپ نے لکھنوی شعرا کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اُردو کے کلاسیکی ادب پر اچھی نظر ہے۔ آپ نے چرکینؔ کے دیوان کا پرانا متن پڑھنے میں اسلم محمود صاحب کے ساتھ خاصی دلچسپی لی۔ بعض غیر واضح مقامات پر آپ نے لکھنؤ کے چند پرانے لوگوں سے بھی دریافت کیا۔

(۴) ڈاکٹر شاہ عبد السلام : پروفیسر شعبۂ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ۔ آپ اُردو کے کلاسیکی ادب اور سفرناموں سے کافی لگاؤ رکھتے ہیں۔ کئی ادبی اور تہذیبی انجمنوں کے مصروف کارکن ہیں اس لئے عوام کے بہت کام آتے ہیں۔ آپ کئی فراموش مگر اہم کتابوں کے دوبارہ

شائع ہونے کا وسیلہ بنے۔ ابتدا سے چرکینؔ پر کام کو پسند کیا اور رضا لائبریری، رام پور سے مواد کی فراہمی میں مدد کی۔

چرکینؔ کا مستند دیوان معہ حرفِ آغاز، فرہنگ اور کتابیات سنجیدہ انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ مجھے امّید ہے کہ میری اس کوشش سے شاعر موصوف کو اسکا اصل مقام، جسکا وہ مستحق ہے، حاصل ہوگا۔

گورکھپور، ۱۵؍فروری ۲۰۰۷ء ابرار الحق شاطرؔ گورکھپوری

اظہارِ تشکّر

میں اس سلسلے میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی صاحب کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے میری حقیر درخواست قبول فرما کر اپنے گراں قدر وزرّیں ملفوظات سے نوازا جس کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت میں چار چاند لگ گئے۔

ابرار الحق شاطرؔ گورکھپوری

دیوانِ چرکیں



عشق ہے چرکیں کو کس خوش چشم سے اِغلام کا
ہے منی میں اُسکی عالم روغنِ بادام کا

مَیل ہے اُسکے بدن کا غیرتِ مُشکِ خُتن
عنبرِ سارا سے گُو بہتر ہے اُس گُل فام کا

خود بخود بانکوں کے ڈر سے دُپڈ پاتی ہے جو گانڑ
کس نے غمزے کو دیا ہے حکم قتلِ عام کا

غیر کوئی سے چھپا ہرگز نہ اُسکا عشقِ خام
ہضم ہونا غیر ممکن تھا غذائے خام کا

مُوت دے دہشت کے مارے، ہگ دے جلّادِ فلک
دیکھے عالم یار کی گر تیغِ خوں آشام کا

شیخ جی کو پھر طبیبوں نے بتایا ہے عمل
ہو گیا پھر آج کل انکو خلل سرسام کا

سامنے اُسکے نہ کیجے گفتگو ہر ایک سے
گُو اچھالے گا بہت، چرکیں ہے اپنے نام کا



مُعطّر ہو گیا اک گُوز میں سارا مکاں اپنا ☆ ترا سُفرہ یہ اے گُل پیرہن ہے عطرداں اپنا
طلب پر ایک بوسے کی، چھپا کر گانڑ بھاگو گے ☆ یقیں تو کیا، نہ تھا اِس بات پر ہرگز گماں اپنا
سنے گر رُستمِ دَستاں تو ہگ دے مارے خطرے کے ☆ غرض اظہار کے قابل نہیں دردِ نہاں اپنا
شبِ فرقت کے صدمے سے پھٹی جاتی ہے بُلبُل کی ☆ بس اب اُڑ پاد منہ کالا کر اے بادِ خزاں اپنا
اُٹھا سکتا نہیں اب نازک اندامون کے گنڑ غمزے ☆ یہاں تک پادا پُونی ہے یہ جسمِ ناتواں اپنا
چلیں گے دیکھنے جس روز گو گا پیر کا میلا ☆ بنے گا مہتروں کا ٹوکرا تختِ رواں اپنا
اگر نفخِ شکم سے درد کچھ محسوس ہوتا ہے ☆ ہمارا گوز بن جاتا ہے فوراً نوحہ خواں اپنا

سُخن گوئی کو کرکے ترک اَڈن پَدّن اب کیجے
نہیں دنیا میں اے چرکیںؔ کوئی قدرداں اپنا



مُوت دے دیکھے اگر خنجرِ مژگاں تیرا ☆ سامنا کر نہ سکے رُستمِ دَستاں تیرا
تیرے دیوانے کے گُھس جانے سے یہ خطرہ ہے ☆ مُوتنے بھی کبھی جاتا نہیں زِنداں تیرا
کوئے جاناں کے جو باشندے ہیں اُنکے آگے ☆ باغباں گھورے سے بدتر ہے گلستاں تیرا
سُن کے نالوں کو مرے پُھوں نہ کرے گُلشن میں ☆ گُوز یہ بند ہوا اے مُرغِ خوش اِلحاں تیرا
دیکھ اُس گوہرِ نایاب کے پیشاب کی بُوند ☆ جوہری نام نہ لے او دُرِ غلطاں تیرا
قُمریاں موتنے جائیں نہ کبھی سَرو کے پاس ☆ گر چلن دیکھیں وہ اے سروِ خراماں تیرا

کیا کہیں تجھ سے کہ کیا کیا ہوئی چرکیںؔ کو ہوس
پائخانے میں بدن دیکھ کے عُریاں تیرا



مہرباں چرکیںؔ جو وہ مہتر پسر ہو جائے گا ☆ اپنا بھی بیت الخلا میں اُسکے گھر ہو جائے گا
نکہتِ گُل پر گماں ہووے گا بُوئے گُوز کا ☆ یار بن گلشن میں گر اپنا گُزر ہو جائے گا
آگے اُسکے گانڑ چرخِ پیر رگڑے گا مُدام ☆ دیکھ لینا گر جواں مہتر پسر ہو جائے گا
مؤتنے میں آیا گر دندانِ جاناں کا خیال ☆ جو گرے گا مؤت کا قطرہ گُہر ہو جائے گا
گانڑ تک کی بھی نہ حیرت سے رہے گی کچھ خبر ☆ سامنے گر شیخ کے مہتر پسر ہو جائے گا
جلوہ فرما ہوگا گھُورے پہ جو وہ خورشید رُو ☆ چھُوت گُو کا غیرتِ قُرصِ قمر ہو جائے گا
واسطے ہگنے کے آوے گا جو وہ خورشید رُو ☆ عکس سے بیت الخُلا بُرجِ قمر ہو جائے گا

وصل کا طالب میں پھر چرکیںؔ نہ ہوں گا یار سے
گھُورا گھاری میں مِرا مطلب اگر ہو جائے گا



مجھ سے جو چرکیںؔ وہ خفا ہوگیا ☆ رُعب سے پیشاب خطا ہوگیا
تو نے نہ اِس حال میں پوچھی خبر ☆ دستوں سے یہ حال مِرا ہوگیا
ہگ دیا دہشت سے شبِ ہجر کی ☆ دم مرا جینے سے خفا ہوگیا
کانچ جو اُس گُل نے دکھائی مجھے ☆ شیشۂ دِل چُور مرا ہوگیا
توڑتے ہو گوز سے اپنا وضُو ☆ شیخ جی صاحب تمہیں کیا ہوگیا
شیخ جی اب اسکو بدل ڈالئے ☆ آپکا عمامہ سڑا ہوگیا
مَلتا ہوں کپڑوں میں مَیں اے رشکِ گُل ☆ عطر مجھے مؤت ترا ہوگیا
حیف کے تُوں سے ترے اے صنم ☆ گُل کا گریباں قبا ہوگیا

طائرِ رنگِ رُخِ اغیار بھی ☆ گُوز کے ہمراہ ہوا ہوگیا
شوخی میں اے شوخ ترا خونِ حیض ☆ رشک دہِ رنگِ حِنا ہوگیا

سبزۂ خط آیا جو چرکینؔ کو یاد
زخمِ دِل اور ہرا ہو گیا



غیر کا دَھک سے ہوا دِل، کوُں سے جاری خوُں ہوا
کوچۂ گیسو میں مجھکو دیکھ موئی جوُں ہوا

غیر جس دم پادتا ہے، سُن کے ہنستا ہے وہ طِفل
اُسکے آگے اُسکا سُفرا دَمڑی کی چوُں چوُں ہوا

چرک دینا سے نہ ہو کچھ پاک طینت کو خطر
گُو کے پڑنے سے بھلا ناپاک کب جیحوُں ہوا

چھوکرے تھے میرے آگے کے یہ دونوں دشت میں
گانڑ کھولے پھرتے تھے، وامق ہوا، مجنوں ہُوا

ایسے افیونی کی کُھجلائے ہوئی جو گانڑ لال
مُغ بچے بولے کہ شیخ تیرہ رُو میموں ہوا

غیر نے پادا جو گو کا اُس کبوتر باز نے
گُوز کا نالہ کبوتر کا سا بس غُٹ غُوں ہوا

آئی ہے رنگیں بیانی پر اگر چرکینؔ کی طبع
تازہ مضموں ہے گُلِ آدم گُلِ مضموں ہوا



بے یار سیر کو جو میں گلزار تک گیا ☆ دامن پہ گُل کے حیض کے لتے کا شک گیا

کیا گانڑ پھاڑ منزلِ صحرائے نجد تھی ☆ دو چار کوس بھی نہ چلا قیس تھک گیا

ہگتا تھا غیر کوئے صنم میں گیا جو میں ☆ بن گانڑ دھوئے خوف سے میرے کھسک گیا

فُصلے کی جا نکلتی ہے اب پیپ گانڑ سے ☆ دل غیر کا یہ ہاتھ سے جاناں کے پک گیا

ہگتے میں اُسکی گانڑ سے نکلا جو کیچوا ☆ نامردِ غیر سانپ سمجھ کر جھجھک گیا

پی میں نے جا کے ہمرہِ جاناں جو کل شراب ☆ ہگ مارا پائجامے میں ایسا بہک گیا

نشو و نمائے باغ ہے چرکیں کے فیض سے

دی کھاد جس درخت کی جڑ میں پھپک گیا



گُو جدا اُچھلے گا خوش ہوئیں گے اغیار جُدا ☆ سرِ چرکیں نہ کراو قاتلِ خوں خوار جُدا

ہے پرستارئ بیمارِ محبت مشکل ☆ گانڑ پھٹ جاتی ہے، ہوجاتے ہیں غم خوار جُدا

ناک گھسنے کے عوض گانڑ گھسی ہے یاں تک ☆ پشت جدا خوں سے ہے تر سنگِ درِ یار جُدا

شیخ نے خوف سے رندوں کے یہ ہگ ہگ مارا ☆ جُبہ آلودہ جُدا، گُو سے ہے دستار جُدا

دسترس پاؤں تلک بھی نہیں، سُفرا کیسا ☆ پہلوئے یار سے ہوتے نہیں اغیار جُدا

گُو نہ کھا دعوئ بیجا ہے یہ او کبک دری ☆ تیری رفتار الگ، یار کی رفتار جدا

جب سے چرکین نہانے کو گیا دریا پر

گُو اُچھلتا ہے پڑا وار جدا پار جُدا



شب کو پوشیدہ جو آنکھوں سے وہ مہ پارا ہوا ☆ پھٹکیاں گو کی مرے آگے ہر اک تارا ہوا

کھانے سے افیون کے پہنچی یہ نوبت شیخ جی ☆ اس قدر پیٹ آپ کا پھولا کہ نقارا ہوا

تھے مقید اے جنوں بیت الخلائے یار میں ☆ گوز کے مانند نکلے، اپنا چھٹکارا ہوا

جانہ اہلِ آبرو کو دے کبھی گندہ مزاج ☆ حوضِ پاخانے میں کب تعمیر فوارا ہوا

گانڑ پھٹتی ہے ہمارے ساتھ چلتے چرخ کی ☆ خلق دنیا میں نہ ہم سا کوئی آوارا ہوا

کتنی ہی رگڑی توے پر گانڑ افلاطون نے ☆ عشق کے بیمار کا ہرگز نہ کچھ چارا ہوا

گھورنے گھورے پہ اک مہتر پسر کو جائے گا
گر کبھی چرکینؔ کو منظورِ نظارا ہوا



رند ہر اک مارے خطر کے مؤدب ہو گیا ☆ محتسب کے آتے ہی میخانہ مکتب ہو گیا

لب بلب چرکینؔ سے مہتر پسر جب ہو گیا ☆ ہو گئی حاجت روا، مقصودِ دل سب ہو گیا

پڑ گیا مہتر پسر کے چاند سے منھ کا جو عکس ☆ چاہِ مبرز بے تکلف چاہِ نخشب ہو گیا

رفعِ حاجت کے لئے آیا جو پاخانے میں یار ☆ گھورا گھاری ہی میں حاصل اپنا مطلب ہو گیا

باغ باغ عاشق ہوئے، لینڈی خوشی سے تر ہوئی ☆ خرمنِ گل پر تمہارے دسترس جب ہو گیا

خدمتِ بیت الخلا غیرِ نجس سے چھٹ گئی ☆ چھن گئی جاگیر اُسکی، ضبط منصب ہو گیا

بیٹھنا بیت الخلا میں غیر کو کب تھا نصیب ☆ دستگیری سے تمہاری وہ مقرب ہو گیا

چوں نہ کی گو اسکے آگے ہم نے رُعبِ حُسن سے ☆ اپنا خاموشی ہی میں سب عرضِ مطلب ہو گیا

چھوڑ دی مکھڑے پہ جس دم زلفِ شب گوں یار نے
وصل کا بھی روز چرکیںؔ ہجر کی شب ہو گیا



وصفِ گیسو پر دلِ چرکینؔ پھر مائل ہوا ☆ پھر یہ گوٗ عنبر بنا، سب کا پسند دِل ہوا
گوہا چھی چھی پر مزاجِ یار پھر مائل ہوا ☆ غیرِ سگ سیرت کی پھر صحبت میں وہ داخل ہوا
گوٗ اُٹھانے پر دلِ اغیار پھر مائل ہوا ☆ یار کے بیت الخلا میں آ کے پھر داخل ہوا
پھر وہی موجیں شرابِ عشق کی ہیں گانڑ پھاڑ ☆ پھر وہی بھسمنت جل جل کر کبابِ دِل ہوا
غیر پھر دوڑا ہوا آتا تھا ہگتا پادتا ☆ پھر غبارِ کوئے جاناں موٗت گوٗ سے گِل ہوا
قیس کا نالہ اُسے گوٗزِ شُتر پھر ہو گیا ☆ باد پر پھر اب مزاجِ صاحبِ محمل ہوا
پھر ہوا گندا اگر ادل غیر سگ سیرت کا پھر ☆ چاہِ نخشب وہ ذقن تھا، پھر چہ بابل ہوا
مُحتسب کی گانڑ پھر پھاڑیں نہ کیوں کر مُغ بچے ☆ میکشی پر آج پھر وہ بوالہوس مائل ہوا
میکشوں سے شیخ کوئی پھر لگا کرنے سُکیڑ ☆ خواب میں شیطاں پھر اُسکی گانڑ میں نازل ہوا

شُستہ و رفتہ ہے مصرع، پھر پڑھو چرکیںؔ اِسے
پھر یہ گوٗ عنبر بنا، سب کا پسندِ دِل ہوا



مُقعد کی طرح منھ بھی مرے سامنے ڈھانکا ☆ یہ آپ نے گنزِ غمزہ نکالا ہے کہاں کا
دنیا کی نجاست سے بُری گوشہ نشیں ہے ☆ رغبت نہ کرے گوٗ پہ کبھی زاغ کماں کا
ہیں گوٗ کے جہاں ڈھیر، وہاں خرمنِ گُل تھے ☆ کیا سبز قدم باغ میں آیا تھا خزاں کا
اپنے ہی سڑے ٹکڑوں پہ کی ہم نے قناعت ☆ چکھا نہ تنجن کسی نواب کے خواں کا
گوٗ لرکا مگر پھول ہے اُسکا رُخِ رنگیں ☆ پایا نہ پتہ ہم نے کبھی اُسکے نشاں کا
سُدّوں کو کبابوں سے اگر دیجئے تشبیہ ☆ پاخانے پہ عالم ہو کبابی کی دُکاں کا

چرکیںؔ مرے کوچے میں کہیں رہنے نہ پاوے
مہتر پہ یہی حکم ہے اُس آفتِ جاں کا



مہر و وفا کے بدلے ستم یار نے کیا ☆ چرکیںؔ اثر یہ آہِ شرر بار نے کیا
پڑتے ہی سر پہ گانڑ کے پیچھے اُتر گئی ☆ کیا کاٹ اے صنم تری تلوار نے کیا
پھر ہم سے آج کل وہ لگا کرنے گنڑ اُچھال ☆ پھر ربط غیر کوئی سے دلدار نے کیا
پھر گفتگو ئے پوچ لگی آنے بیچ میں ☆ پھر گوز بند یار کی گفتار نے کیا
چلتے ہی گانڑ پھٹ گئی اُٹھنا محال ہے ☆ ایسا نحیف عشق کے آزار نے کیا
گوز میں تمہارے خوب سے جھاڑے گئے کمال ☆ بوسہ طلب جو یار سے اغیار نے کیا

گودا بھی ہڈیوں کا جلا کر کیا ہے خاک
چرکیںؔ سے یہ سلوک تپ حار نے کیا

محمد اجمل مفتاحی



تو نے آنا جو وہاں غنچہ دہن چھوڑ دیا ☆ گُل پہ پیشاب کیا ہم نے چمن چھوڑ دیا
عطر کی بُو سے معطّر ہوا بُلبُل کا دماغ ☆ گوز اِک تو نے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا
کانچ اُس شوخ کی جس روز سے دیکھی ہم نے ☆ نام لینا ترا اے لعلِ یمن چھوڑ دیا
صدمۂ عشق کا بوجھ اُس سے اُٹھایا نہ گیا ☆ یہ پھٹی گانڑ کہ بس روح نے تن چھوڑ دیا

روز و شب ہگنے سے تم اُس کے خفا رہتے تھے
مہترو خوش رہو، چرکیںؔ نے وطن چھوڑ دیا



تھا گرفتاری میں جو خطرہ مجھے بے داد کا ☆ کردیا بیت الخلا ہگ ہگ کے گھر صیاد کا
یار کے قد کا جو آتا ہے مجھے ہگنے میں دھیان ☆ لینڈی استادہ پہ ہوتا ہے گماں شمشاد کا
مجھ سے رہتا تھا خفا مہتر پسر، ملوا دیا ☆ کیا کروں میں شکر گوگا پیر کی امداد کا
روبرو اعلیٰ کے اسفل سرکشی کرتا نہیں ☆ سامنا پھسکی سے ہو سکتا نہیں ہے پاد کا
شدتِ دردِ جدائی سے میں گو ہوں جاں بلب، ☆ دھیان ہے اس حال میں بھی اُس ستم ایجاد کا
گانڑ پھٹ کر حوض ہوگی رُستم و سہراب کی ☆ خنجر بُرّاں اگر دیکھا مرے جلاد کا
ایک دِن بھی دل نہ اُس بُت کا پسیجا، قہر ہے ☆ تھا مگر گوزِ شُتر نالہ دلِ ناشاد کا
بھر دیے ہیں کھیت بدہضمی سے ہگ کر شیخ نے ☆ کوئی خواہش منداب دہقاں نہیں ہے کھاد کا
پادنے میں شیخ کیا مجھ سے کرے گا سامنا ☆ مجھ میں اُس میں فرق ہے شاگرد اور اُستاد کا

یہ دعا ہے روز و شب چرکیں کی گوگا پیر سے
میں بھی اب مہتر ہوں جا کر اللہ آباد کا



خطرہ ہر ایک تُرک کو شمشیر سے ہوا ☆ نو دَر کا گوز بند ترے تیر سے ہوا
رویا جو اُسکے دستِ حنائی کی یاد میں ☆ ہر اشک سُرخ خونِ بواسیر سے ہوا
پیچش کبھی شکم میں، کبھی سُدّے پڑ گئے ☆ جس دِن سے عشق زُلفِ گرہ گیر سے ہوا
قطرہ گرا زمین پہ جو، رشکِ گُل بنا ☆ پاخانہ باغ خونِ بواسیر سے ہوا
گُوگُل جلا کے سیکڑوں سِفلی عمل پڑھے ☆ اُس تک نہ دست رَس کسی تدبیر سے ہوا
لُبدی کو روز بھنگ کی رکھتے ہیں گانڑ پر ☆ یہ حال شیخ جی کا بواسیر سے ہوا

تا عمر دسترس نہ ہوا اُس پہ ایک دِن
چرکیں کو عشق اُس بُتِ بے پیر سے ہوا



کاش گھورے سے ہو قسمت کا تیری زر پیدا ☆ تو بھی چرکینؔ چلن نیاریوں کا کر پیدا
رفع حاجت کو گئے شہر سے جنگل کو جو ہم ☆ اپنا گو کھانے کو واں بھی ہوئے سُور پیدا
گردنِ شیخ پہ رندوں نے رکھا بارِ گُناہ ☆ کھاد اُٹھوانے کو اچھا یہ کیا خر پیدا
گاؤدی غیر ہے، تھپوایئے اُپلے اُس سے ☆ گاؤ خانے میں جو ہر روز ہو گوبر پیدا
گو نہ کھا، پوچ نہ رندوں کو سمجھ، جھوٹ نہ بول ☆ صوفیا! ہوش میں آ، عقل و خرد کر پیدا
کوچۂ یار میں پھُولا ہے جو گُو کُر متّا ☆ بُلبُلو ہوگا پھر ایسا نہ گُلِ تر پیدا
اُسکے رتھ خانے کی دیوار پہ کہگل کیجے ☆ لید گر ثورِ فلک کی ہو زمیں پر پیدا
کیچوے دست میں آتے نہیں پیچش سے مجھے ☆ عشقِ گیسو کے سبب ہوتے ہیں اژدر پیدا
وصفِ گیسوئے مُعَنبر میں غضب چرکینؔ نے
گو کے مضموں کئے عنبر سے بھی بہتر پیدا



آ کے جو وہ غنچہ دہن ہو گیا ☆ مزبلہ چرکینؔ کا چمن ہو گیا
دانت گرے، بوڑھے ہوئے شیخ جی ☆ گانڑ کی مانند دہن ہو گیا
لال کیا حیض نے سُدّوں کا رنگ ☆ یار کا پاخانہ یمن ہو گیا
یار نے اِک دن نہ سُنی غیر کی ☆ گوزِ شُتر اُسکا سخن ہو گیا
گھورے پہ لاشہ ترے مقتول کا ☆ رزقِ سگ و زاغ و زغن ہو گیا
شیخ کی مقعد میں نہیں لینڈیاں ☆ بند یہ ناسورِ کہن ہو گیا
ہجر میں او گُل ترے چرکینؔ کا
سوکھ کے کانٹا سا بدن ہو گیا



اگر اے شیخ جی چھوڑو گے پینا ساغرِ مُل کا ☆ پھٹے گی گانڑ، ہوگا زور ہُر مُل اور خرمُل کا
چمن میں پھینکا اُس گُل نے جو استنجے کے ڈھیلے کو ☆ گُلیلا بن کے توڑا سنگ دانہ اُس نے بُلبُل کا
قلم اپنا نہ کیوں کر مُشک مُوتے وصف لکھنے میں ☆ ختن ہے چین گیسو مُشک نافہ حلقہ کاکُل کا
ٹپکتا رنگِ گُل ہر عُضو سے ہے، بل بے رنگینی ☆ گلابِ قسمِ اوّل کیوں نہ ہو پیشاب اُس گُل کا
سرِ محفل بٹھاؤ میخ پر ہے غیر ہرجائی ☆ علاج اِس سے نہیں بہتر ہے اُسکی گانڑ کی چُل کا
لگا ہے گُوٗ تری ایڑی میں بولا بدگمانی سے ☆ کہا جب میں نے کیا ہی حُسن ہے شان و تجمّل کا

مثل مشہور ہے پڑتا ہے گُوٗ، گُرُ گانڑ میں چرکیںؔ
لبِ شیریں کا بوسہ لو، نہیں موقع تامّل کا



سرو ہی کھینچ کے قاتل جدھر کو جا نکلا ☆ ہگا ہگا دیا سب کو، پدا پدا نکلا
نظر پڑے جسے وہ ہاتھ، اُسکو دست چھُٹے ☆ کبھی جو باغ سے مَل کر وہ گُل حنا نکلا
حقیقتاً ہے عجب گانڑ پھاڑ منزلِ عشق ☆ اُدھر سے جو کوئی نکلا وہ پادتا نکلا
یہاں تلک تو رہا ضبطِ رازِ عشق مجھے ☆ نہ انجمن میں کبھی گوز بھی مرا نکلا

پڑا ہے صورتِ مردار جس جگہ چرکیںؔ
کبھی نہ لید اُٹھانے بھی کوئی آ نکلا



اُس گُل عذار کا جو گزر ناگہاں ہوا ☆ فیضِ قدم سے گھُورا ہر اِک گلستاں ہوا
مرغِ چمن کا نالہ اُڑا دوں گا پاد سا ☆ گوُ کھانے کو عبث وہ مرا ہم زباں ہوا
میرے نہ کان پھوڑیے، بس گوُ نہ کھایئے ☆ بولا وہ ناز سے جو میں گرمِ فُغاں ہوا
پیشاب آ کے جو پسِ دیوار کر چلے ☆ بیت الخلا تمھارا، ہمارا مکاں ہوا
گوُ کھانے پھر نہ آئیں گے اغیارِ سگ سرِشت ☆ بیت الخلا کا بند اگر نابداں ہوا
پوری تو گانڑ دھونی نہیں آتی شیخ کو ☆ پھر پاد کر وضو جو کیا رائگاں ہوا

گوُ میں نہائے غیر، نہانے کو جب وہ شوخ
چرکیںؔ کے ساتھ جانبِ دریا رواں ہوا



اگر بیت الخلائے یار، چرکیںؔ کا مکاں ہوگا ☆ وہیں تسکینِ دل ہوگی، وہیں آرامِ جاں ہوگا
سمندِ گوُز نکلے گا تو جاں خفت سے جائے گی ☆ یہ گھوڑا توسنِ روحِ رواں کے ہم عناں ہوگا
مریضِ سَلسَل البَول اک جہاں ہے تیری دہشت سے ☆ یقیں ہے دل کو قارورے کا شیشہ آسماں ہوگا
بہت اغیار دَم بھرتے ہیں ہر دم جاں نثاری کا ☆ چھپا کر گانڑ بھاگیں گے جو وقتِ امتحاں ہوگا
کہا اہلِ زمیں نے دیکھ طفلِ اشک کو میرے ☆ ہگے گی پیرِ گردوں کی جو یہ لڑکا جواں ہوگا
اگر تعریف بھی کیجے تو ہو جاتے ہو کھسیانے ☆ چرک پد نا نہ تم سا بھی کوئی اے مہرباں ہوگا
ہگے دیتے ہیں مُرغانِ چمن، صیاد کے ڈر سے ☆ یقیں ہے گوُ سے لت پت اے صبا ہر آشیاں ہوگا
دبا نے مار ڈالا کیسے کیسے ہگنے والوں کو ☆ مقرّر اِس برس کچھ کھاد کا سودا گراں ہوگا

شبِ فُرقت یہ گوُ اُچھلے گا چرکیںؔ کے تڑپنے سے
ستارے پھُٹکیاں، مہ پھُوت، گھوُرا آسماں ہوگا



کون یاں وارفتہ ہے خوباں کے مُشکیں خال کا ☆ دِل ہمارا شیفتہ ہے، زاغ کے پیخال کا
گوز اِک ایسا لگایا ہے پُرانی چال کا ☆ دِلِ شگفتہ ہوگیا ہے اُس سے مجھ بے حال کا
یار کی دعوت کریں کیا، گانڑ میں گو بھی نہیں ☆ یہ مَثَل سچ کہتے ہیں، کیا حوصلہ کنگال کا
بیٹ ہاتھ آتی نہیں، خواجہ سرائے کُہنہ کی ☆ وقر ہے دُنیا میں کتنا اُس پرانے مال کا
فتنۂ محشر وہیں ہگ دیوے مارے خوف کے ☆ گر سنے وہ شور پائے یار کی غلخال کا

کانچ اُسکی دیکھ کر چرکیںؔ نہ ہو کیوں باغ باغ
خوش نُما ہوتا ہے ایسا پھول کب کچنال کا



غیر واں جا کے گوز مار آیا ☆ بزمِ جاناں سے شرمسار آیا
صورتِ بُوئے گوز یار آیا ☆ بادؔ کے گھوڑے پر سوار آیا
گُرگ و شیر و پلنگ کو وہ تُرک ☆ لینڈی کُتّے کی موت مار آیا
جب بڑھا اپنے مُوت کا دریا ☆ وار آیا نظر نہ پار آیا
اِک نہ اِک عارضہ رہا ہم کو ☆ تھم گئے دست تو بخار آیا
ہگ دیا ڈر کے سوچ کر انجام ☆ زیرِ پا جب کوئی مزار آیا
نہ ہوا صاف، گانڑ تک رگڑی ☆ یار کے دِل میں جب غُبار آیا
کھاد پڑنے لگی چمن میں پھر ☆ بُلبُلو! موسمِ بہار آیا
شیخ صاحب تھے فرطِ نفخ سے تنگ ☆ گوز نکلا تو پھر قرار آیا

طفلِ مہتر کو دِل دیا چرکیںؔ
کیسے گُھیل پہ تجھ کو پیار آیا



لگا کر غیر کے اتنا بھی چُرکا ☆ بھرا سب ہگ کے پاجامہ اُدھر کا
ہگوڑا کون گزرا ہے اِدھر سے ☆ پٹا ہے گُو سے رستہ بحر و بر کا
ترے اُٹھتے ہی او رشکِ گلستاں ☆ ہوا گھوڑے سے بدتر حال گھر کا
نمک بھوسی کو تم خُصیوں میں باندھو ☆ خلل ہے شیخ جی گر دردِ سر کا
جو آنکھوں نے نہ دیکھا تھا، سو دیکھا ☆ اُٹھا پردہ جو پاخانے کے در کا
کسی دِن غیر کی پھٹ جائیگی گانڑ ☆ یہی ہگنا ہے گر دو دو پہر کا

پڑا ہوگا کسی گھوڑے پہ چرکیںؔ
پتا کیا پوچھتے ہو اُسکے گھر کا



چرکیںؔ رہا نہ پاس تُجھے نام و ننگ کا ☆ قائل ہوں اپنے نشۂ مے کی ترنگ کا
چلتی ہے گانڑ، پھرنے کی طاقت نہیں رہی ☆ لت پت ہے گُو سے سارا بچھونا پلنگ کا
سُدّوں پہ سُدّے نکلے ہی آتے ہیں متّصل ☆ ہے کوُنِ شیخ، یا کہ ہے مُہرا سُرنگ کا
قبض الوصول لے کے بھی دیتا نہیں ہے گُو ☆ مُمسِک مزاج ایسا ہے اُس شُوم و شنگ کا
یاں تک ہیں چرخِ سِفلہ سے رُوباہ بازیاں ☆ لینڈی سے گوز بند ہے شیر و پلنگ کا
گُو میں جلے ہیں ہڈّیاں نادِر سے شخص کی ☆ انجام ہے یہ ظالمِ پُرریو رنگ کا

سُر سیکھنا نہ تو کبھی گندھار کے سوا
چرکیںؔ اگر ہو شوق تجھے راگ و رنگ کا



بھلا کیوں کر نہ آئے دست اے چرکیں مجھے خوں کا
تصور جب بندھے ہگنے میں اُسکے روئے گُلگُوں کا

دکھائے گا اگر وہ بحرِ خوبی چشم کی گردش
یقیں ہے حوض ہو جائے گا سُفرا پیرِ گردوں کا

دلائی کیچوؤں نے یاد اُس زُلفِ مُعنبر کی
کھڑی لینڈی کو دیکھا دھیان آیا قدِ موزوں کا

یہ گُو کھانا ہے جو دولت کما کر جمع کرتے ہیں
سُنا تم نے نہیں کیا غافِلو افسانہ قاروں کا

زبس بارِ ریاضت سے وہ پَر پَر پادے دیتے ہیں
گُماں ہے شیخ جی کی گانڑ پر لڑکوں کی پُوں پُوں کا

ہزاروں پیچ اُٹھیں پیٹ میں دہشت سے ہگ مارے
سُنے گر سانپ افسانہ بُتوں کی زُلفِ شب گُوں کا

نہ کرنا عشق اُسکے خالِ مُشکیں سے کبھی چرکیں
نہایت گانڑ پھاڑے گا ترِی یہ نشہ افیوں کا



پاخانہ وہیں ہوگیا گُلزار تمہارا ☆ کھڈّی میں گرا ٹوٹ کے جب ہار تمہارا
وہ کون ہے جس سے نہیں قارورہ ملا ہے ☆ بندے ہی پہ موقوف نہیں پیار تمہارا
منہ گانڑ ہے، جو بات ہے وہ گوُز شتر ہے ☆ انکار سے بدتر ہے یہ اقرار تمہارا
ہگتا ہے بچھونوں پہ، نہیں گانڑ کا بھی ہوش ☆ اِس حال کو اب پہنچا ہے بیمار تمہارا
ہگ مارا ہے پہچان کے مرقد کو ہماری ☆ گزرا ہے جو اِس سمت سے رَہوار تمہارا
ناپاک ہیں اغیار، تم اُن کو نہ کرو قتل ☆ ہوئے گا نجس خنجرِ خوں خوار تمہارا

پیدا ہوں ہر اِک دانے کی جا، سیکڑوں خرمن
گوُ مول لے چرکیںؔ جو زمیندار تمہارا



دیکھیں جو کاٹ خنجرِ ابروئے یار کا ☆ چڑجائے سُفرا رُستم و اِسفندیار کا
مقعد کنول کا پھول ہے اُس بحرِ حُسن کی ☆ جھانٹوں میں اُسکے صاف ہے عالم سِوار کا
بیت الخلائے یار میں کیا غیر جا سکے ☆ دہشت سے گوُز بند ہے اُس نابکار کا
پیشاب سے منڈائیں نہ کیوں داڑھی شیخ جی ☆ رندوں کو دھوکا ہوتا ہے موئے زِہار کا
ہوجائے حوض ماہیِ بے آب کی بھی گانڑ ☆ عالم بیاں کروں جو دِلِ بے قرار کا
پھولے پھلے ہر اِک شجرِ خشک باغباں ☆ تھالوں میں گوُ پڑے جو مرے گُل عذار کا

ناوک کا تیر گوُز ہے اور گانڑ ہے تُفنگ
ہو کیوں نہ شوق یار کو چرکیںؔ شکار کا



نہ غیر کُونی سے اے یار ربط کر پیدا ☆ نہیں زمانے میں اُس سا کوئی لچر پیدا
جو ایک دست بھی آوے تو جان جاتی ہے ☆ ہوا نے آج کل ایسا کیا اثر پیدا
چمن میں جاتا ہوں تجھ بن تو بُوئے گُل سے مِرا ☆ دماغ سڑتا ہے، ہوتا ہے دردِ سر پیدا
قلق کے مارے گھسی گانڑ رات بھر میں نے ☆ ہوئی نہ اُس پہ شبِ ہجر کی سَحر پیدا
جو حالِ دِل کہوں، کہتا ہے گُوُ نہ کھا چرکیںؔ
زِیادہ بکنے سے ہوتا ہے دردِ سر پیدا



اب کے چرکیںؔ جو زر کماؤں گا ☆ پائخانے میں سب لگاؤں گا
مُوتنے پر کبھی جو آوں گا ☆ سیرِ دریا اُسے دکھاؤں گا
تیرے گھر سے جو اب کے جاؤں گا ☆ مُوتنے بھی کبھی نہ آوں گا
پائخانے میں گر لگے گی آگ ☆ مُوت مُوت اُس کو میں بجھاؤں گا
ہوں وہ مُنصِف کہ گُوگا پیر کا میں ☆ شہد پر فاتحہ دلاؤں گا
صدمۂ عشق سے ہے غیر کا قول ☆ پھر کبھی ایسا گُوُ نہ کھاؤں گا
نخر ہوگا مِرا، میں عاشق ہوں ☆ گُوُ بھی گر آپ کا اُٹھاؤں گا
غیر کُونی جو چڑھ گیا ہتھے ☆ دیکھنا کیسا اُنگلیاؤں گا
طرفہ یہ چُہل ہے رقیبوں کو ☆ گانڑ گھِسواؤں گا، پدّاؤں گا
سامنے اپنی راحتِ جاں کے ☆ خوب گنڑ چُٹڑیاں لڑاؤں گا
سرِ فرہاد کی قسم چرکیںؔ
لبِ شیریں پہ زہر کھاؤں گا



غیر تب بولائیگا، جب وہ خفا ہوجائیگا
دست پاجامے میں دہشت سے خطا ہوجائیگا

نوجوانو! ضعفِ پیری پر مرے ہنستے ہو کیا
آگے آئیگا، یہ دریا کا ہگا ہوجائیگا

بند انگیا کے نہ بندھوا غیر سے، ہے ڈوریا
پاک دامن ہے نجس جوڑا ترا ہوجائیگا

گانڑ میں گھس جائیگی ساری مشیخت شیخ جی
جب یہ عمامہ پرانا اور سڑا ہوجائیگا

شافہ لے لے، قبض کے مارے جو بولایا ہے غیر
دست جو آئیگا وہ دستِ شفا ہوجائیگا

اے سگِ لیلیٰ، وہ مجنوں اور سودائی ہوں میں
جو مجھے کاٹے گا کتا، باولا ہوجائیگا

جانہ دے بیت الخلا میں غیر سگ سیرت کو جان
خوب گو اچھلے گا رسوا جا بجا ہوجائیگا

باؤ پر ہے خاکروبِ کوئے جاناں جو ہے غیر
پاد سا اُڑ جائیگا جب وہ خفا ہوجائیگا

ناز سے بولا دمِ رخصت نہ آنا پھر کبھی
ورنہ اے چرکیں یہ گھر بیت الخلا ہوجائیگا



قبض سے اب یہ حال ہے صاحب ☆ پادنا بھی مُحال ہے صاحب
روتے انسان کو ہنساتا ہے ☆ پاد میں وہ کمال ہے صاحب
پاس سے دُور اُچک کے جا بیٹھے ☆ یہ کوئی گنڑ اُچھال ہے صاحب
گانڑ کی طرح منھ چھپاتے ہو ☆ شرم تم کو، کمال ہے صاحب
غیر نے پادا پادا خوب کیا ☆ تم کو کیوں انفعال ہے صاحب
ہے بواسیر غیر کو شاید ☆ زرد منھ، گانڑ لال ہے صاحب
شیخ صاحب سرِ مبارک پر ☆ یہ سڑی سی جو شال ہے صاحب
رند کہتے ہیں پھبتیاں اُس پر ☆ لینڈی کُتے کی کھال ہے صاحب
ضُعف سے جھانٹ اُکھڑ نہیں سکتی ☆ زیست بھی اب وبال ہے صاحب
چوں کرے سامنے ہمارے غیر ☆ کب یہ اُسکی مجال ہے صاحب

پیو چرکیں شراب، کھاؤ کباب
اک حرام اِک حلال ہے صاحب



یارِ بن کس کو خوش آتی ہے نوائے عندلیب ☆ چُپ رہے گلشن میں، اتنا گُو نہ کھائے عندلیب
بس کہ یک رنگی ہے حُسن و عشق میں اے دوستو! ☆ گوز سے اُس گل کے آتی ہے صدائے عندلیب
دردکا شربت اُسے دیوے اگر تو باغباں ☆ گو کے نالے باغ میں ہگ ہگ بہائے عندلیب
اتحادِ عاشق و معشوق سے کیا ہے عجب ☆ طفلِ غنچہ کو جو پاؤں پر ہگائے عندلیب

ڈھیر ہگ ہگ کر کیا ہے اُس نے چرکیں ہر طرف
اب تو ہے کُنجِ چمن بیت الخلائے عندلیب



نہ آئی ہجر میں، کروایا انتظار بہت ☆ اجل نے بھی کئے گنزِ غمزے مثلِ یار بہت
نہ موڑا کھانے سے منہ کو، تو پھر چلے گی گانڑ ☆ وبا ہے شہر میں ہیضے کی، ہے پکار بہت
مَثَل ہے، کافی ہے چیونٹی کو موت کا ریلا ☆ ضعیف ہوں مجھے ہے جسم آشکار بہت
خود آپ گانڑ مراتے ہو صید گہہ سے تم ☆ شکار آپ کیا چاہیں تو (ہیں) شکار بہت
قبائے گُل کی وہ بُو جانتے ہیں گُو کی بُو ☆ جنھیں پسند ہے بُوئے لباسِ یار بہت
جہاں تھے خرمنِ گُل واں پڑے ہیں گُو کے ڈھیر ☆ کیا ہے بادِ خزاں نے چمن کو خوار بہت

نہ اپنی لاش کے اُٹھنے کی فکر کر چرکیںؔ
حلال خور بہت شہر میں، چمار بہت



بے قراری ہے تیری اے دلِ ناشاد عَبَث ☆ بے اثر گوز کے مانند ہے فریاد عَبَث
تو کبھی مزبلہ گھر اُس کا ہو گُتے گئے ☆ قید کرتا ہے قفس میں ہمیں، صیاد عَبَث
چڑھ نہ کی شیخ نے محفل میں کبھی رندوں کی ☆ کانا پھوسی میں ہے یہ تہمتِ الحاد عَبَث
پاداپونی ہوں، کفایت ہے مجھے موت کی دھار ☆ قتل کرنے کو بلاتے ہیں وہ جلاّد عَبَث
کھڈّیاں بن گئیں کسریٰ کے جلو خانے میں ☆ غافلو! قصر و عمارت میں ہیں ایجاد عَبَث
پیٹ میں فُضلۂ ناپاک بھرا رہتا ہے ☆ کیا طہارت میں یہ شک کرتے ہیں زُہّاد عَبَث

کچھ بھی دلایا کو نہ شیریں نے سزا دی چرکیںؔ
بہہ گیا نہر میں خونِ سرِ فرہاد عَبَث



شعلۂ رخسارِ جاناں ہے چراغِ خانہ آج ☆ شمع ہوگی گانڑ میں، آیا اگر پروانہ آج
مُحتسب آیا تو ہوگی شمعِ مینا گانڑ میں ☆ مُغ بچوں کا دَور ہے، گردش میں ہے پیمانہ آج
کل جو تیرے قیدِ گیسو سے چھٹا تھا اے پری ☆ کوُ بہ کوُ گوُ تھاپتا پھرتا ہے وہ دیوانہ آج
مانو کہنے کو ہمارے، آپ کی چر جائیگی ☆ ہے چیاں سی گانڑ، ہاتھی کا نہ لو بیعانہ آج
غیر کو بیت الخلائے یار کی خدمت ملی ☆ دیتے ہیں مہترِ گُلِ آدم اُسے نذرانہ آج
نعمتیں دنیا کی سب کل تک میسر تھیں جنھیں ☆ لید میں کا بھی نہیں ملتا ہے اُن کو دانہ آج
خوب سوجھی، ہگ ہی دیتے، گوُ اُچھلتا فرش پر ☆ بھاگتے گر شیخ محفل سے نہ دے تاوانہ آج
وصل کا وعدہ کیا بیت الخلا میں یار نے ☆ پنجۂ مژگاں سے جھاڑا چاہیئے پاخانہ آج

خواہشِ آرائشِ گیسو ہے جو کیں یار کو
چاہیئے پنجے کی ہڈّی کا بنادیں شانہ آج



بے ڈول ہے پچھ آپ کے بیمار کی طرح ☆ گھورے پہ اُسکا حال ہے مُردار کی طرح
مقعد کا شیخ جی کی یہ دستوں سے حال ہے ☆ ہر دم کھلی ہے روزنِ دیوار کی طرح
بھاگے ہیں دُم دبا کے یہ خطرہ ہے آپ کا ☆ گوُ دَرز و سام گوُز سے رہوار کی طرح
دِل لے گئے وہ گانڑ میں سر ڈال کے مُدام ☆ بیٹھا رہوں میں گھر میں عزادار کی طرح
مقعد کی شکل منھ بھی چھپانا ضرور ہے ☆ بے پردہ ہو نہ مَردُمِ بازار کی طرح
بیمارِ غم کی گانڑ کے ڈھب پر چلیں جو آپ ☆ کبکِ دری اُڑائے گی رفتار کی طرح

گوزِ شتر سے کم نہیں تقریر آپ کی ☆ اب ہے کچھ اور ڈول پہ اقرار کی طرح
منھ پر ہمارے چھوڑ دیں آ آ کے پھُسکیاں ☆ طُرفہ نکالی آپ نے یہ پیار کی طرح
چرکیںؔ دِل اُس کے نذر کروں اِس ادا کے ساتھ
ہگ دے جو میرے یارِ طرحدار کی طرح



دانت مہتر کے ہیں پاؤں سے ہوئے سارے سُرخ ☆ یا شفق میں نظر آتے ہیں ہمیں تارے سُرخ
کون سے کونی حیضی کو اجی قتل کیا ☆ پاؤں تک سر سے نظر آتے ہو تم پیارے سُرخ
جیسی کرتا ہے کوئی، ویسی ہی پیش آتی ہے ☆ کھائے جو آگ، ہگے گا وہی انگارے سُرخ
شیخ جی، گانڑ سے سُدّوں کا نکلنا ہے مُحال ☆ کونتھتے کونتھتے ہو جائیں گے رُخسارے سُرخ
ذبح فرما کے جو دریا میں اُسے پھینک دیا
خونِ چرکیںؔ سے نظر آنے لگے دھارے سُرخ



یاد نے کی بھی خبر لے گئی وہ چوری سے ☆ بن گئی حق میں مرے آپ کی ہر کاری سُرخ
شیخ کی گانڑ سے نکلا جو بواسیر کا خون ☆ سینکتے سینکتے سب بن گئی پچکاری سُرخ



مارے خطرے کے ہوا وہ بُتِ بے پیر سفید ☆ دستِ بدہضمی سے بیٹھا جو میں دِل گیر سفید
گانڑ سے غیر کی یہ خونِ بواسیر بہا ☆ شدّتِ ضُعف سے ہے جسم کی تعمیر سفید
وصف لکھنا ہے تری کانچ کا او سیم اندام ☆ کیوں نہ ہو رنگِ مُحرّرِ دمِ تحریر سفید
چھوت سے تیرے جو اے مہر اُسے دی تشبیہ ☆ ہو گئی اور بھی مہتاب کی تنویر سفید
یاد میں اُفعی گیسو کی بنی اے چرکیںؔ ☆ چشم ہر ایک مثالِ قدحِ شیر سفید



اپنے نوخط کو جو چرکینؔ نے لکھا کاغذ ☆ عطر نایاب ہے، گو گل سے بسایا کاغذ
اب تلوّنؔ نے سکھائے ہیں اُنھیں گنزوغمزے ☆ کبھی نیلا ہمیں بھیجا، کبھی اُودا کاغذ
اس نے لکھّی ہے لفافے پہ جو اڈّن پڈن ☆ یہ کنایہ ہے، کسی کو نہ سُنانا کاغذ
سلسل البول کی مانند رہے ڈاک رواں ☆ اتنے خط لکھوں، زمانے سے ہو عنقا کاغذ
گوٗہا چھی چھی کے جو مضمون تھے تحریر اُس میں ☆ یار نے موٗت کے دریا میں بہایا کاغذ
نین مُتنے ہو، مرے رمز کو پہچانوگے ☆ لکھ کے چونے سے ہے اس واسطے بھیجا کاغذ

قاصدو! غم سے یہاں گانڑ کا بھی ہوش نہیں
کس کا لکھنا، کسے خط کہتے ہیں، کیسا کاغذ



جو شیفتہ رہے رُخسار و قدِ دل بر پر ☆ کبھی نہ موٗتے وہ جا کر گل و صنوبر پر
یہ سیتلا سے ہے غیرِ نجس کے منھ کا حال ☆ وہ جانتے ہیں کہ اولے پڑے ہیں گوبر پر
پھنسی ہے قبض سے مقعد میں شیخ کی لینڈی ☆ ہزار طرح کے صدمے ہیں جانِ مُضطر پر
نہ حرفِ چوں و چرا اُن سے درمیاں آئیں ☆ جو رگڑیں گانڑ بھی اغیار آپ کے در پر

نہ روئیو کبھی چرکینؔ جا کے گلّے میں
گمان ہوگا بدَر رَو کا دیدۂ تر پر



شبہ گھورے کا کیا میں نے بیاباں دیکھ کر ☆ لینڈیاں گؤ کی میں سمجھا مارِ پیچاں دیکھ کر

جل گئیں جھانٹیں، تری زُلفِ پریشاں دیکھ کر ☆ ہو گیا انزال اے جاں، مجھ کو گریاں دیکھ کر

مر گیا ہوں سُرخ میں پوشاکِ جاناں دیکھ کر ☆ گدّیوں کے کپڑوں کا مجھ کو کفن دو ہمدمو

جو ہوا بیمار وہ گیسوئے پیچاں دیکھ کر ☆ اُسکو پیچش کا خلل بتلاتے ہیں سارے طبیب

مجھ کو شہوت ہے جو پاخانے میں عریاں دیکھ کر ☆ جمع رکھّو ہوش میں، دشمن نہیں ہوں گانڑ کا

باغ میں اِستادہ وہ سروِ خراماں دیکھ کر ☆ اے گُلِ تر جانتا ہوں اُس کھڑی لینڈی سے کم



کھینچ کر اُس کو اگر پھاڑ دے اغیار کی گانڑ ☆ چرنہیں جانے کی قاتل تری تلوار کی گانڑ

باندھتے باندھتے نُسخے پھٹی عطّار کی گانڑ ☆ صحت اِک دن نہ مریضِ غمِ فُرقت کو ہوئی

ڈپڈپانے لگی ہر ایک خریدار کی گانڑ ☆ سرِ بازار ترے حُسن کی قیمت سُن کر

بس بہت پھاڑ چکا بُلبُلِ گلزار کی گانڑ ☆ سُنکے نالوں کو مرے کہتا ہے گُل چیں چُپ رہ

گؤ بھری بھی جو میسّر ہو طرحدار کی گانڑ ☆ ہوں وہ سِفلہ کبھی چوموں کبھی چاٹوں اُسکو

آج کل چلتی ہے ایسی ترے بیمار کی گانڑ ☆ طاقت اُٹھنے کی نہیں، ضُعف سے، پھرتا کیسا

مرے آلت پہ وہ دوڑاتا ہے ہاتھ اے چرکیں
چُل چُلاتی ہے مگر آج کل اُس یار کی گانڑ



بلند ہو جو کبھی گوزِ یار کی آواز ☆ نہ نکلے سامنے اُسکے ستار کی آواز
جو گوش زد ہے کسی گُل عذار کی آواز ☆ صدائے گوزِ شُتر ہے ہزار کی آواز
چمن میں پاد کے اُس رشکِ گُل نے ہگ مارا ☆ صبا نے بھی نہ سنی اُس بہار کی آواز
عجب ہے کیا جو پھٹے گانڑ شیخ صاحب کی ☆ سُنیں جو نشہ میں مجھ بادہ خوار کی آواز
یقیں ہے خوف سے اُسکی بھی ڈپڈ پائے گانڑ ☆ سُنے جو قیس دلِ بے قرار کی آواز



جو دیکھے چرکیں کی یہ چشمِ خوں فشاں نرگس ☆ تو سمجھے نالے سے کم نہرِ بوستاں نرگس
بعینہ اُسکو خیابانِ گُل نظر آئے ☆ نگاہِ غور سے جو دیکھے کھڈیاں نرگس
نظیرِ باغ ہے پاخانہ اُس گُلِ تر کا ☆ جو آب جو ہے بدر رو، تو ناہداں نرگس
چمن میں دھویا جو اُس گُل نے چیپڑ آنکھوں کا ☆ ہوئی یہ دیکھ کے بیمار و ناتواں نرگس
نہیں ہے قطرۂ شبنم گوہانجنی نکلی ☆ پھٹی ہے گانڑ، ہے اِس غم سے خوں فشاں نرگس
ہے لال پیک ہر اِک طفلِ غنچہ آنکھوں میں ☆ سمجھتی ہے گُلِ ترگو کی پھٹکیاں نرگس

بہارِ باغ گیا دیکھنے جو میں چرکیں
ہوئی ہے دیکھ کے کس درجہ بدگماں نرگس



آنہیں سکتا ہے گو چرکیں ہمارے در کے پاس ☆ موت کا دریا بھرا رہتا ہے اپنے گھر کے پاس
ہٹ کے سڑیئے، ہگ نہ دینا، مجھ سے کہتا ہے کہیں ☆ بیٹھ جاتا ہوں اگر میں اُس پری پیکر کے پاس
کھینچ لوگے میان سے جب غیر کے آگے اِسے ☆ سر تو کیا ہے، گانڑ تک رکھ دے گا وہ خنجر کے پاس

پائخانے کی مجھے ہوتی جس دم احتیاج ☆ کون جائے دُور، ہگ دیتا ہوں میں بستر کے پاس
جو کہ اِس میں ہے، کہاں ایسی ہے اُس میں آب وتاب ☆ موت کے قطرے کو رکھ دیکھو مرے گوہر کے پاس
مجھ کو گنز غمزے تمھارے ایسے خوش آتے نہیں ☆ پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھے ہو میرے سر کے پاس
گلشنِ ہستی میں مَیں بھی کس قدر مشہور ہوں ☆ کھاد لینے باغباں آتے ہیں مجھ مہتر کے پاس

دِل میں جب آئے گا چرکیںؔ پڑ رہیں گے جا کے ہم
کچھ نہیں ہے دور، گھُورا ہے ہمارے گھر کے پاس



عبث کھاد اے باغباں کی تلاش ☆ گئی فصلِ گُل رائگاں کی تلاش
وہ ہیں ہم نجس، لینڈی کُتوں کو بھی ☆ ہمارے ہی ہے اُستخواں کی تلاش
لیا شیخ صاحب نے بَولُ المُلک ☆ کریں خاک پیرِ مُغاں کی تلاش
یقیں ہے کسی دِن ہگائے گی ہینگ ☆ ہمیں یارِ نا مہرباں کی تلاش
جو ہو اُنکے سُفرے کی خوشبو نصیب ☆ نہ پھر کیجیے عطرداں کی تلاش
کسی کے بھی رُوکے سے رُکتا ہے گوز ☆ عبث مجھ کو ہے پاسباں کی تلاش
نہ کھُڈّی، نہ پاخانے میں وہ ملے ☆ پھرے جا کے خالی جہاں کی تلاش
بھری گُو سے فُرقت میں چلتی ہے گانڑ ☆ کہاں کی تجسُس، کہاں کی تلاش

محلّے میں چرکیںؔ کے موجود ہیں
اگر آپ کو ہے مکاں کی تلاش



گوز شتر بنا بری فریاد کا خواص ☆ بدلا کبھی نہ اُس ستم ایجاد کا خواص
پاخانہ اُس کے دور میں مقتل سے کم نہیں ☆ سیکھا ہے صاف جیض نے جلاّد کا خواص
پھُ رن کے بدلے شیخ اِسے کھا کے دیکھ لے ☆ معلوم ابھی نہیں ہے تجھے کھاد کا خواص
بیت الخلا میں بیٹھ کے خوش ہے وہ شرمگیں ☆ روتے کو بھی ہنسائے، یہ ہے پاد کا خواص
ایسا نہ ہو کہ گانڑ کی سُدھ بُدھ نہ پھر رہے ☆ دیکھیں گے آپ نالہ و فریاد کا خواص
بندر کی گانڑ کیوں نہ کھُجانے سے منھ بنے ☆ مشہور ہے جہان میں یہ داد کا خواص
سُدّوں میں مُرمیوں کی ہے لذّت بھری ہوئی ☆ مقعد میں اُس صنم کے ہے قنّاد کا خواص
اے تُرک خانہ جنگ تری دھار موُت کی ☆ رکھتی ہے صاف خنجرِ فولاد کا خواص
پاخانہ شیخ جی کا بواسیر سے ہے سُرخ ☆ رنگت میں اُسکے خون کی ہے گاد کا خواص

گلیوں میں مِثلِ قیس نہ گوُ تھاپتا پھرے
چرکیں بنے جو یارِ پری زاد کا خواص



پیٹ بھرتا نہیں ہے آج بہت پیاری جرص ☆ گانڑ کی راہ نکل جائیگی کل ساری جرص
گانڑ کے گوُ کو بھی کہتے ہیں نہ لے جانے دو ☆ واہ کیا گھر میں امیروں کے ہے اب جاری جرص
دعوتِ مَوت ہے جوع البقروں کا ہگنا ☆ نقدِ جاں اُن سے دلائے گی گنہگاری جرص
کس طرح لاد کے مُمسِک اُسے پہنچائیں گے ☆ پادا پونی سا بدن اور بہت بھاری جرص
گرم کھانوں سے جو نکلے گا بواسیر کا خون ☆ پائخانے میں دکھائے گی یہ گلکاری جرص

کھاد کو بیچ کے تابوت کے ہوں گے ساماں ☆ بعد مرنے کی کرے گئی یہ پرستاری جرص

جا کے محلوں سے امیروں کے پڑے گھورے پر
معرکہ جیت کے چرکین گئے، ہاری جرص



خس وخاشاک دیا چرخ نے بستر کے عوض ☆ مزبلے کی یہ زمیں مِلک میں ہے گھر کے عوض
اُو پری رُو، تیری مقعد کا وہ دیوانہ ہوں ☆ خشتِ پاخانہ لگے قبر میں پتھر کے عوض
کون سے غیرتِ مہتاب کا پاخانہ ہے ☆ پھُٹکیاں گُو کی نظر آتی ہیں اختر کے عوض
گُو ہا چھی چھی سے نہ مطلب نہ اُلجھنے سے غرض ☆ خیر کے اُن سے چلن چلتے ہیں ہم شر کے عوض
شیخ صاحب کو نہیں پاس حلال اور حرام ☆ سُدّے پاخانے میں کھا جاتے ہیں گوُلر کے عوض
پائخانے کا جو فُضلہ ہے، اُٹھانا منظور ☆ شیخ صاحب کو بُلا لیجئے اب خر کے عوض

گرمیِ نزع میں چرکیں جو مجھے حاصل ہو
مُوت اُس گُل کا پیوں شربتِ شکّر کے عوض



چھوڑ او پردہ نشیں مردُمِ بازار سے ربط ☆ گُو میں نہلائے گا اِک روز یہ اغیار سے ربط
غنچۂ مقعدِ رشکِ گُلِ تر جب دیکھے ☆ نہ رہے بُلبُلِ ناشاد کو گلزار سے ربط
گانڑ پھاڑے گی یہ اغلام کی صحبت اِک دِن ☆ دِل کو رہتا ہے بہت مقعدِ دلدار سے ربط
گُو سے بدتر ہے مجھے ذائقۂ قند و نبات ☆ جب سے رہتا ہے ترے لعلِ شکربار سے ربط
میکدے سے نہ غرض مجھکو نہ میخانے سے ☆ مجھ کو چرکیں ہے شب و روز درِ یار سے ربط



اتنا بھی چھوڑ دیں گے جو ہم بے حیا لحاظ ☆ پھر پادتا پھرے گا یہ سب آپ کا لحاظ
ہگنے میں اُنکے پاس گئے ہم، تو یہ کہا ☆ باقی رہا نہ تجھ میں کچھ او بے حیا لحاظ
سُدّے پھنسے ہیں قبض کی شدت ہے گانڑ پھاڑ ☆ اے شیخ جی عمل کے ہے لینے میں کیا لحاظ
جھگڑا پڑے گا، گانڑ کلیجے گیا جو حُسن ☆ کھودیں گے ایک روز یہ ناز و ادا لحاظ
کچھ گانڑ کی خبر نہ بدن کا رہا ہے ہوش ☆ کپڑے اُتارے پھرتے ہو، کیا یہ کیا لحاظ
پاخانہ وہ جگہ ہے کہ ہیں ایک حال پر ☆ اِس میں ہو بے لحاظ کوئی یا کہ با لحاظ

چرکیںؔ سے منھ چھپاؤ گے بیت الخلا میں کیا
بے پردہ ہو گئے تو کہاں پھر رہا لحاظ



ساغری چرتی ہے ساقی جب یہاں آتی ہے شمع ☆ تیرے رُخ کے سامنے پروانہ بن جاتی ہے شمع
اُس پری نے واہ نامِ حُسن کیا روشن کیا ☆ مقعدِ دیوانۂ عُریاں میں جلواتی ہے شمع
گوز ہے غیرِ نجس کا یا کہ آندھی روگ ہے ☆ محفلِ رشکِ چمن میں گل جو جاتی ہے شمع
آئی کس مہترِ پسر کے ساعدِ سیمیں کی یاد ☆ بزم گھوڑا لینڈ کی صورت نظر آتی ہے شمع
دیکھ کر وہ ساقِ سیمیں گانڑ میں گھُس جائے گی ☆ کیا صباحت کی حقیقت ہے، جو اتراتی ہے شمع
گانڑ دھونے نہر پر جاتا ہے جب وہ شعلہ رُو ☆ موج ہر اِک اُسکے جلوے سے نظر آتی ہے شمع

اس قدر وحشت فزا اپنا سیہ خانہ ہوا
جان کے خطرے سے اے چرکیںؔ گھبراتی ہے شمع



عمرِ چرکیںؔ کا ہوا گُل او بُتِ پُرفن چراغ
کھڈیوں میں مہتروں کی گھی کے ہیں روشن چراغ

کیا کریں چوں و چرا کوئے دیارِ حُسن میں
اے پری رُو ہے ترے پیشاب سے روشن چراغ

شب کو ہگنے کے لئے آیا جو وہ رشکِ قمر
پائخانے کا نظر آیا ہر اِک روزن چراغ

جب اندھیرے میں وہ آئے، پھٹ گئی دہشت سے گانڑ
مفلسی کے ہاتھ سے رہتا ہے بے روغن چراغ

وہ نجس ہوں پھول کے بدلے گُلِ آدم چڑھے
چاہئے گوبر کا اے چرکیںؔ سرِ مدفن چراغ



جب سے گئے ہیں کوچۂ دلدار کی طرف ☆ چرکیںؔ نہ جا پھرے کبھی گلزار کی طرف
مہتر پسر کے گوہرِ دنداں جو ہاتھ آئیں ☆ دیکھوں کبھی نہ موتیوں کے ہار کی طرف
میلا ہے گوگا پیر کا، چھڑیوں کی سیر ہے ☆ چلئے نوازگنج کے بازار کی طرف
جوشِ جنوں میں ہمکو یہ پاسِ ادب رہا ☆ مُوتے نہ او پری تری دیوار کی طرف
غیروں سے اور یار سے گہرا ہے آب دست ☆ اِس حال میں وہ کیا ہو گنہگار کی طرف
دہشت سے پھٹ کے حوض ہو تُرکِ فلک کی گانڑ ☆ دیکھے جو تیرے خنجرِ خونخوار کی طرف

چرکیںؔ کو مزبلے سے وہ ہمراہ لے چلے
جائے صبا جو محفلِ دلدار کی طرف



مژدۂ وصل آئے جائے فراق ☆ ہگنگ ہگتے ہیں مجلائے فراق
مگ چھکے خونِ عاشقِ ناشاد ☆ اب کوئی اور رنگ لائے فراق
پوتڑے ابتدا میں بچھتے ہیں ☆ دیکھئے کیا ہو انتہائے فراق
تیرے بیت الخلا میں رہنے دے ☆ پا ہگاں دائے جو رضائے فراق
وصل سے گانڑ وہ چُراتے ہیں ☆ کیوں نہ بڑھ جائے اب جفائے فراق
غیر سے گانڑ جوڑ بخیا ہے ☆ اُن کو ہم سے نہ کیوں خوش آئے فراق

اُس نے سیکھے اگھوریوں کے چلن
کیوں نہ چرکیںؔ کو آکے کھائے فراق



دیکھتا ہوں خال سے رخسارِ جاناں کا تپاک ☆ بڑھ گیا ہندو سے اے چرکیںؔ مسلماں کا تپاک
گوہا چھپی چھپی ہوگی اِک دن، گُوہے گہرا آبدست ☆ مدعی کو گُو میں نہلائے گا جاناں کا تپاک
فاتحہ گوگل جلا کے دیں گے گوگا پیر کا ☆ کم ہو غیروں سے اگر اُس آفتِ جاں کا تپاک
دشتِ وحشت خیز سے کوسوں کے پلّے ہوگئے ☆ اب کہاں باقی رہا وہ جیب وداماں کا تپاک
آ کے پاخانے میں کیسے بے حیا بنتے ہیں لوگ ☆ پائجامے سے رہے کیا جسمِ عریاں کا تپاک
گھیرے ہی رہتے ہیں اغیارِ نجس اُس تُرک کو ☆ لینڈیوں سے بڑھ گیا شیرِ نیستاں کا تپاک

مُوتنے میں تم جلی پھُسکی جو کوئی چھوڑ دو
برقِ سوزاں سے نہ چھوٹے ابرِ باراں کا تپاک



جم جائے جب کہ یاد میں اُس دِل رُبا کا رنگ ☆ اُڑ جائے صاف بُلبُلِ رنگیں نوا کا رنگ
سمجھوں عروسِ باغ کے ہی حیض کا لہو ☆ جس دم دِکھائے ہاتھ میں وہ گُل، حنا کا رنگ
جب سے بڑھا ہے شیخ کا مہتر پسر سے ربط ☆ بدلا ہے گوہا چھی چھی سے اُنکی قبا کا رنگ
پاخانہ اُس کے فیض سے رشکِ چمن بنا ☆ گندہ بہار میں بھی نہ بدلا ہوا کا رنگ
اُس زعفراں لباس کے ہگنے میں یاد ہے ☆ سُدّوں میں کیا عجب ہو اگر کہرُبا کا رنگ
ہر دست میں خلال کی صورت نظر پڑے ☆ جم جائے گنجے میں جو اُس بے وفا کا رنگ

اُس گُل بدن کے عشق میں چرکیںؔ بھروں وہ آہ
اُڑ جائے مثلِ گوز، چمن کی ہوا کا رنگ



نیم بسمل نہ اُسے چھوڑ کے گھر جا قاتل ☆ رقصِ چرکیںؔ کا زرا دیکھ تماشا قاتل
موت کی دھار سے بدتر میں سمجھتا ہوں اُسے ☆ کس کو دھمکاتا ہے چمکا کے دودھارا قاتل
سہمگیں ہوگئی ایسی مری صورت دمِ نزع ☆ ہگ دے دہشت سے جو دیکھے مرا لاشا قاتل
نینِ مُتنا کہیں مشہور نہ ہو جائے تو ☆ میرے لاشے پہ نہ رو بیٹھ کے اتنا قاتل
قتل کی غیر نجس کے ہے اگر دِل میں اُمنگ ☆ زہرِ قاتل میں بجھا اپنا تو تیغا قاتل
دست پر دست چلے آتے ہیں، لے جلد خبر ☆ تیرے بیمار کا اب حال ہے پتلا قاتل
نزع کے وقت تو یہ گانڑ چرانا ہے عبث ☆ ایک دم اور ٹھہر، اتنا نہ گھبرا قاتل

دست بردار ہو اِن باتوں سے، آ جانے دے
قتل چرکیںؔ کو نہ کر، گو نہ اچھلوا قاتل



ہگے یہ دیتے ہیں ہر آن کے عتاب سے ہم ☆ کہ چڑوں بھی کر نہیں سکتے کبھی جناب سے ہم
عمل ہو اپنا جو اخباریوں کے مذہب پر ☆ تو دھو کے گانڑ کریں خشک آفتاب سے ہم
بتنگ آئے ہیں دنیا کی گوہا چھی چھی سے ☆ ہو قبضِ روحِ نجس چھوٹیں اِس عذاب سے ہم
فلک ہو طشت، ستارے ہوں پھٹکیاں گوٗ کی ☆ جو گوٗ کے چھوت کو نسبت دیں ماہتاب سے ہم
ہو اُسکی کھڈّی میں صرف اپنے کالبد کی خاک ☆ یہ چاہتے ہیں زمانے کے انقلاب سے ہم
ہر اِک کے سامنے تم گانڑ کھولے پھرتے ہو ☆ تمھیں حیا نہیں، مرتے ہیں اِس حجاب سے ہم
لگے کا دل کبھی چرکیں تو وصفِ جاناں میں
کہیں گے شعر کئی اور آب و تاب سے ہم



ہے دِل کو اُلفتِ زلفِ بُتاں، نہیں معلوم
مروڑے اُٹھتے ہیں کیوں ہر زماں، نہیں معلوم
کیا ہے گوٗ بھرے سُفرے کا وصف کس نے بیاں
غلیظ کیوں ہے ہماری زباں، نہیں معلوم
بنا ہے چرخِ بریں طشت، کہکشاں کھڈّی
ہگے گا کون سا شوکت نشاں، نہیں معلوم
ہر ایک آذن کی پھٹکی ہے ریزۂ الماس
تمہاری گانڑ ہے ہیرے کی کاں، نہیں معلوم

پئیں گے شیخ جی عمامہ بیچ کر مئے ناب
اسی میں خیر ہے مُغ کی دُکاں، نہیں معلوم

ہوئی ہے زُلف کے سودے میں اس قدر پیچش
امیدِ زیست مجھے مہرباں، نہیں معلوم

اُچک کے گانڑ میں کردے جو شیخ کے اُنگلی
یہ شوخیاں تجھے اے جانِ جاں، نہیں معلوم

ہمارے پاس بناتا ہے گھر جو اے مُنعِم
ہمارے ہگنے کی کیا داستاں، نہیں معلوم

ہمیشہ رہتے ہو بیت الخلا میں تم چرکیںؔ
جہاں میں کس کو تمہارا مکاں، نہیں معلوم



تمھارے ہجر نے صالح کیا جناب ہمیں ☆ عمل کے دست سے بدتر ہے اب شراب ہمیں
نہ پایا اُس سے کبھی اپنی گفتگو کا جواب ☆ دہانِ یار نظر آیا لاجواب ہمیں
دماغ کو یہ خوش آئی ہے اُسکے مُوت کی بُو ☆ کبھی نہ سونگھیں اگر دے کوئی گلاب ہمیں
سِڑی کی طرح سے گُوتھاپتے پھریں کب تک ☆ جمال اپنا دکھا او پری شِتاب ہمیں
کبھی پلید، کبھی گُہیل اور کبھی بھڑمل ☆ ہر ایک آن نئے مِلتے ہیں خطاب ہمیں
ہوئے ہیں محو کچھ ایسے، نہیں ہے گانڑ کا ہوش ☆ دکھا کے آپ نے مقعد، کیا خراب ہمیں

مروڑے پیٹ میں اُٹھیں نہ کس طرح چرکیںؔ
کسی کی زلف کا یاد آیا پیچ و تاب ہمیں



کپڑے چرکین جب بدلتے ہیں ☆ عطر کے بدلے موت ملتے ہیں
کون کرتا ہے گانڑ میں اُنگلی ☆ آپ جو ہر گھڑی اُچھلتے ہیں
نہیں کہتے ہیں غیر ہم کو بُرا ☆ اپنے منھ سے یہ گو اُگلتے ہیں
کس شجر کے ثمر ہیں سیبِ ذقن ☆ نہ تو سڑتے ہیں یہ نہ گلتے ہیں
جب وہ کرتے ہیں غیر سے گرمی ☆ اُس گھڑی اپنے ٹھسئے جلتے ہیں
چلتی ہے قیس و کوہکن کی گانڑ ☆ جب ہمارے وہ ساتھ چلتے ہیں
بزمِ جاناں میں پادتا ہے جو غیر ☆ ہر طرف سے اشارے چلتے ہیں
تیرے بیمار کے تلے غم خوار ☆ پوتڑے دم بدم بدلتے ہیں

طبع چرکیں بھی طُرفہ سانچہ ہے
گو کے مضمون جس میں ڈھلتے ہیں



سگِ دُنیا جو ہیں کب جود وسخا رکھتے ہیں ☆ گو بھی بلّی کی طرح سے یہ چھپا رکھتے ہیں
کوچہ زُلف میں جو بیٹھ کے پیشاب کریں ☆ ایسے ہم لوگ کہاں بختِ رَسا رکھتے ہیں
غیر گو کھاتے ہیں، جو کرتے ہیں غیبت میری ☆ منھ وہ سنڈاس سے دہ چند سڑا رکھتے ہیں
ہم پدا دیں گے تجھے، چوں و چرا چھوڑ دے غیر ☆ سُن پدوڑے تجھے یہ بات سنا رکھتے ہیں
پیچھے کے سُر سے نوا سنج ہیں مرغانِ چمن ☆ پاد پاد اُس گُلِ خنداں کو رِجھا رکھتے ہیں
گوہا چھی چھی کے سوا کچھ نہیں حاصل اُس سے ☆ گو وہ کھاتے ہیں جو اُمیدِ وفا رکھتے ہیں
شیخ جی کھاتے ہیں افیون کی گولی پیچھے ☆ پہلے صابون کے شافوں کو بنا رکھتے ہیں

دے کے دِل اُنکو پڑا گاڑ کلیجے جھگڑا ☆ یہ بُتِ ہند عجب ناز و ادا رکھتے ہیں
اور بھی خوبی تدبیر سے ہوتا ہے قبض ☆ کوّں میں دست آنے کی جب غیر دوا رکھتے ہیں

گوز کی بُو سے معطر رہے چرکیں کا دماغ
تجھ سے امید یہ اے بادِ صبا رکھتے ہیں



دمِ گریہ بدر رتر و یار کی جب یاد کرتے ہیں ☆ مرے اشکوں کے ریلے نالوں کی امداد کرتے ہیں
سمجھتا ہے اسے گوزِ شتر بے درد محمل میں ☆ پسِ جنازہ گر مثلِ جرس فریاد کرتے ہیں
رقیبوں سے تو قاذورہ ملا ہے اس قدر اُنکا ☆ مصاحب جان کر بیت الخلا میں یاد کرتے ہیں
نجس ہے بیٹ مرغانِ حرم کی یا کہ پاکیزہ ☆ سُنیں اے شیخ صاحب آپ کیا ارشاد کرتے ہیں
اُٹھائے گوُ مرا کیوں کر نہ مجنوں دشتِ وحشت میں ☆ سعادت مند لڑکے خدمتِ اُستاد کرتے ہیں
طلب بیجا نے اُن کی کر دیا مجبور یوں ہم کو ☆ چلے جاتے ہیں ہگتے پادتے جب یاد کرتے ہیں

بدل ڈوڑو کے، چرکیں بیٹھ کر چھُرتر بجاتا ہے
چھڑی جس وقت گوگا پیر کے اُستاد کرتے ہیں



بھری جو ساقی نے چرکیں شراب شیشے میں ☆ دکھائی کیفیتِ آفتاب شیشے میں
نہیں ہے لینڈی کا اُس بُت کی میرے دِل میں خیال ☆ پری اُتاری ہے یہ لاجواب شیشے میں
طبیب دیکھ کے اُس رشکِ گل کا قاذورہ ☆ سمجھتے ہیں کہ بھرا ہے گلاب شیشے میں
ملایا ساقی نے شاید ہے اُس میں پادالون ☆ ہوئی ہے موت سے بدتر شراب شیشے میں

جو چشمِ مست کو اُس بُت کی دیکھے اے چرکیں
تو دِل ہو دُخترِ رز کا کباب شیشے میں



یار کا بیت الخلا ہے ہفت بابِ آسماں ☆ طشت ہے مہ آفتابہ، آفتابِ آسماں
جس زمیں پر دھار مارے طفلِ اشک اپنا کبھی ☆ موُت کے ریلے میں بہ جائے سحابِ آسماں
جلوہ فرما ہو اگر وہ ماہ تو پرویں ہو کھاد ☆ ہو زمیں گھوڑے کی بھی گردوں جوابِ آسماں
طفلِ گردوں کو چھٹے ہیں دست دیکھ اُس ماہ کو ☆ پوتڑا گوُ کا ہے یہ نیلی نقابِ آسماں
شیخ جی اُس پر جو موُتیں رند پی کر آفتاب ☆ ریشِ حضرت ہو شعاعِ آفتابِ آسماں
گوُ کا کیڑا نسرِ طائر ہے ہمیں، اے ماہ رُو ☆ چھوت گوُ کا ہے بعینہ ماہتابِ آسماں

وصف اے چرکیں لکھا کس ماہ کے پاخانے کا
سات بیتیں ہیں جوابِ ہفت بابِ آسماں



باغ میں جاوے تو شیخ، اب رند ہیں اس تاک میں
گانڑ پھاڑیں گے گر آیا دار بستِ تاک میں

پیشتر گوُ کھاتا ہے کوّا سیانا ہے مثَل
غیر اغلامی پڑا سڑتا ہے اب گوزاک میں

گانڑ کے بدلے عبث دیتا ہے جی اے پاسباں
سدِ رہ میرا نہ ہو کوُئے بُتِ سفاک میں

خوب سا پتلا ہگے گا شیخ، رندو چُہل ہے
دو ملا حب السلاطیں حبہ تریاک میں

یار بن ہر گُل گُلِ آدم ہے، اور گھوڑا چمن
گوُ کی بوُ آتی ہے اے بُلبُل ہماری ناک میں

ہے مُتوڑا طفل اشکِ غیر بودامن میں نہ لے
مؤت بھر جائیگا پاکیزہ تری پوشاک میں

خُوب سا گوُ، تاکہ اچھلے شہر میں ہولی کے دن
چُہل یہ آئی خیالِ کافرِ بے باک میں

غیر کی جو گانڑ میں لکڑی گئی، پھنس میں گئی
گوُ کی ہانڈی پھینکی قصرِ عاشقِ غم ناک میں

پادا پونی سا ہے چرکیں، ناز سے بولا وہ شوخ
دب گیا ہوگا وہ گھورنے کے خس و خاشاک میں



کام تیرا غیر کوُنی بزمِ جاناں میں نہیں ☆ لُوطی نامرد کی جا، باغِ رضواں میں نہیں
مؤت کے کہتا ہے ہم سے اپنے کوچے میں وہ گُل ☆ اس روش کی آبِ جوُ کوئی گلستاں میں نہیں
غرّہ کرنا، گوُ ہی کھانا ہے، برابر جان تو ☆ ہے سگِ ناپاک گر اخلاق انساں میں نہیں
تیرے دیوانے کے ڈر سے قیس کی پھٹتی ہے گانڑ ☆ بھول کر بھی پاؤں رکھتا وہ بیاباں میں نہیں
یار بن گھوڑا نظر آتا ہے سب صحنِ چمن ☆ میرے آگے جھانٹیں ہیں، سُنبل گلستاں میں نہیں
اُس رُخِ روشن کے آگے صاف گوبر کا ہے چھوت ☆ نام کو بھی نور باقی مہرِ تاباں میں نہیں

کوچے میں اُس برقِ وش کے تجھ کو لے جائے بہا
اتنی بھی توفیق چرکیں آبِ بارآں میں نہیں



چرکیں غرض نہیں گُل و گلزار سے ہمیں ☆ مطلب ہے پائخانۂ دلدار سے ہمیں
بھر، مَل کبھی، پلید کبھی، اور لُر کبھی ☆ لاکھوں خطاب ملتے ہیں سرکار سے ہمیں
کرتا ہوں عرضِ حال تو کہتا ہے گُو نہ کھا ☆ ہوتا ہے دردِ سر تری گفتار سے ہمیں
گُو دے سمیت جل کے ہو چونا ہر استخوان ☆ امید ہے یہ آہِ شرربار سے ہمیں
جل جل کے گُو ہو خاک، تو کھانا حلال ہے ☆ فتویٰ ملا ہے شیخ سے، ابرار سے ہمیں
محفل میں اُسکی گوز جو بھڑ سے نکل گیا ☆ کس درجہ انفعال ہوا یار سے ہمیں

چرکیں بندھیں گے گُو کے جو مضمون اس قدر
آنے لگے گی قے ترے اشعار سے ہمیں



بوسہ عزیز اُن کا جو یہ خوب رُو کریں ☆ سیبِ ذقن دھرے دھرے سڑ جائیں، بُو کریں
دیوانے اُسکے چاکِ گریباں کو سی چکے ☆ پھٹ جائے گانڑ بھی تو نہ ہرگز رفو کریں
اِک پشمِ خایہ اُسکو سمجھتے ہیں یہ صنم ☆ کیا وصف اُنکے بالوں کا ہم مُو بمُو کریں
لائی ہے رنگ گردشِ ایام سے بہار ☆ لبریز خونِ حیض سے ساقی سبُو کریں
ہگ ہگ دے، پاد پاد دے وہ مارے بوجھ کے ☆ میرا جو طوق قیس کے زیبِ گلو کریں
جو لوگ شیفتہ ہیں ترے سرو قد کے یار ☆ پیشاب بھی نہ جا کے لبِ آبِ جُو کریں
سائل کو شہدِ لب کے وہ کہتا ہے گُو نہ کھا ☆ کس منھ سے بوسہ لینے کی ہم آرزو کریں
عاشق جو ہے تو ناصحوں کے منھ کو گانڑ جان ☆ گوزِ شتر سمجھ جو یہ کچھ گفتگو کریں

پانی جو آبِ دست کا اس بُت کے ہاتھ آئے
چرکیں بڑی ہوں شیخ جی اُس سے وضو کریں



مؤت کی تھالی سے کچھ کم ساقیا ساغر نہیں ☆ خون سُوَر کا ہے تجھ بن بادۂ احمر نہیں
کھانا، پینا موتنا، ہگنا، نہ کیوں کر بند ہو ☆ زیست کا جس سے مزہ تھا، پاس وہ دلبر نہیں
غیر کو لے تو نہ ہمراہِ رکاب اے شہسوار ☆ لید اُٹھوانے کے قابل بھی یہ گیدی خر نہیں
گُو میں جو ڈالے گا ڈھیلا، چھینٹے کھائے گا ضرور ☆ شیخ صاحب، بھڑوں سے کچھ بہتر نہیں
جس سے پوجا کے لئے دیتا ہے وہ چوکا صنم ☆ ہم سمجھتے ہیں اُسے چندن ہے وہ، گوبر نہیں
گومتی میں غیر کو نہلا نہ ساتھ اے بحرِ حُسن ☆ کم نجس ہے وہ سگِ ناپاک جب تک تر نہیں
کیا خطا چرکیںؔ کی ثابت کی، جو کہتے ہو بُرا
ہر گھڑی کی گوہا چھی چھی جانِ من بہتر نہیں



گلستانِ دہر میں تجھ سا کوئی گُل رُو نہیں ☆ تو وہ غنچہ لب ہے جس کے پاد میں بدبُو نہیں
میں وہ مجنونِ زخود رفتہ ہوں، نظروں میں مری ☆ خالِ رُخسارِ پری ہے، پُشکلِ آہو نہیں
بزمِ جاناں میں نکل جاتا ہے رُک سکتا نہیں ☆ کیا کروں ناچار ہوں، کچھ گوز پر قابو نہیں
خانقہ میں پادتا پھرتا ہے بدہضمی سے شیخ ☆ اور کہتا ہے بہت کھانے کی مجھ کو خو نہیں
جانتا ہے آپ کو گھورے سے بھی ناچیز تر
سچ تو ہے چرکیںؔ سا کوئی بھی گو در گو نہیں



پڑا رہ تو بھی اے چرکین جا کر پائخانے میں ☆ وہ بُت آئے گا ہگنے کو مقرر پائخانے میں
چلی آتی ہے بوئے عنبر کی ہر اک گو کی لینڈی سے ☆ کھُلی کس گُل کی ہے زلفِ معنبر، پائخانے میں
نصیبِ دشمناں، انسان کو ہوتی ہے بیماری ☆ نہ جایا کیجئے صاحب کھُلے سر پائخانے میں
ترے پیشاب کی ہے دھار، یا کہ ابرِ نیساں ہے ☆ نظر آتی ہیں بوندیں مثلِ گوہر پائخانے میں
ہوا ہے پائخانہ فیضِ خونِ حیض سے گلشن ☆ بنی ہیں لینڈیاں رشکِ گُلِ تر پائخانے میں
حیا کو کر کے رُخصت کھول دیتے ہیں وہ پاجامہ ☆ عنایات و کرم ہوتے ہیں ہم پر پائخانے میں

کریں نظارہ اُسکے حُسن کا ہر لحظہ اے چرکیں
اگر رہنے دے چرخِ سفلہ پرور پائخانے میں



ہگ دے اگر چہ وہ بُتِ بے پیر ہاتھ میں ☆ لے گو کا بوسہ عاشقِ دلگیر ہاتھ میں
اِس دھج سے شیخ پھرتے ہیں گلیوں میں شہر کی ☆ بوتل بغل میں مے کی ہے خنزیر ہاتھ میں
از بسکہ اُسکی زُلف کا ہگنے میں بھی ہے دھیان ☆ پاخانہ میں ہے پاؤں کی زنجیر ہاتھ میں
کیا حال مجھ ہگوڑے کا ہمدم ہو پوچھتے ☆ گُہیلی پری کی رہتی ہے تصویر ہاتھ میں
رُستم کا خوف سے وہیں پیشاب ہو خطا ☆ عریاں جو دیکھے یار کی شمشیر ہاتھ میں
خوفِ صنم سے جو یہ زمیندار ہگتے ہیں ☆ دیتے ہیں پیشگی زرِ جاگیر ہاتھ میں
رکھتا ہوں گو کی طرح سے اسواسطے چھپا ☆ دیکھے نہ غیر تا تری تصویر ہاتھ میں

چرکین شوقِ زیب ہے پاخانے میں اُسے
ہگتے میں لی ہے زُلفِ گرہ گیر ہاتھ میں



رندو، نہ لاؤ شیخ کی شیخی خیال میں ☆ خصلت ہے گُو کے کھانے کی اُس سگ خصال میں
پادے اگر وہ غنچہ دہن تو ملہار ہو ☆ کیا لائے بُلبُلوں کا ترانہ خیال میں
بیت الخلا میں یار نے کی دعوتِ رقیب ☆ یہ جانو کچھ ضرور ہی کالا ہے دال میں
بُلبُل تو جانتی ہی نہیں بیر کی بھی گانٹھ ☆ بؤ سیب کی ہے یار کے پھولوں سے گال میں
داڑھی کو اپنی شیخ تو پیشاب سے منڈا ☆ آزاد رند پھنستے ہیں کب ایسے جال میں
ان دھوئی دھائی آنکھوں کے آگے غلیظ ہے ☆ چیپڑ بھرا تمام ہے چشمِ غزال میں
کھلواؤ، تا رقیب پدوڑا نہال ہو ☆ کوئل کے پادے آم پڑے ہوں جو پال میں

چرکینؔ نے جب سے سونگھی ہے وہ زلفِ مُشک بیز
عنبر کو تب سے باندھا ہے گوُ کی مثال میں



کالِک لگے نہ ریشِ سفیدِ جناب میں ☆ اے شیخ جی ملایئے نُورا خضاب میں
ہے مُحتسِب حرام کا تگا حلال خور ☆ دو مُوت کو ملا کے شراب و کباب میں
افسانہ میرے دیدۂ گریاں کا سنتے ہی ☆ ڈر ڈر کے مُوت دیتے ہیں اغیار خواب میں
رندو، خراب فُرش کرے گا ہگوڑا شیخ ☆ اُچھلے گا گُو، بلاؤ نہ بزمِ شراب میں
بولا گیا ہے قبض کے مارے رقیب اگر ☆ حُقنہ کریں ملا کے دھتورا گلاب میں
پیشاب کر کے ٹھیکرے میں دیکھیے اپنا منھ ☆ اُس رُخ سا ہے فروغ کہاں آفتاب میں

چرکینؔ عدم کی راہ لے کب تک لڑے گا یاں
عالم ہے مزبلے کا جہانِ خراب میں



کیا دور ہے کہ اسفل اعلیٰ کو مارتے ہیں ☆ شیروں کی طرح لینڈی کتے ڈکارتے ہیں
عمامہ چل کے سر سے زاہد کے مارتے ہیں ☆ اِس گُو کے ٹوکرے کو سر سے اُتارتے ہیں
پشموں سے بھی زیادہ بے قدر رہوں گے اِک دن ☆ گُو کھاتے ہیں جو اپنی زُلفیں سنوارتے ہیں
شِدّت یہ قبض کی ہے، بے تاب ہو کے ہر دم ☆ کھُڈّی پہ شیخ صاحب سر دے دے مارتے ہیں
اُس گل کی سوکھی لینڈی جب دیکھتی ہیں بُلبُل ☆ گل برگِ تر کو اُس پر صدقے اُتارتے ہیں
طُرفہ یہ ماجرا ہے، بیت الخلا کے اندر ☆ لے لے کے نام میرا ہر دم پکارتے ہیں

پریاں ہیں کیا بُلائیں افسون پڑھ کے چرکیںؔ
شیشے میں دیو کو بھی انساں اُتارتے ہیں



بولا.... کہ ملیدا مجھے کھلوائے گا کون ☆ مر گیا آج ...، گانڑ کو مروائے گا کون
اُٹھ گیا گانڑ مرانے کا مزہ دنیا سے ☆ گانڈو اِس طرح کا پھر ہاتھ مرے آئے گا کون
ساتھ ہر دھکّے کے اب کون کرے گا نخرے ☆ جلد ہونا نہ کہیں یہ مجھے فرمائے گا کون
ہیجڑے جتنے ہیں وہ ہو دیں گے اب کس کے مُرید ☆ پیر اب گانڈوؤں کا شہر میں کہلائے گا کون
ہو دیں گے آن کے اب کس کے زنانے شاگرد ☆ ہائے اب لینڈی لڑانا اُنھیں سکھلائے گا کون
کون اب چوسے گا آلت مرا منھ میں لے کر ☆ کھول پاجامے کو آگے مرے پڑ جائے گا کون
کانی کوڑی بھی نہیں گھر میں، بڑی فکر ہے یہ ☆ لاش اُس بھڑوے کی یاں آن کے اُٹھوائے گا کون

خارجی جتنے ہیں، ان کوئیوں پہ لعنت ہے
کر نہ خطرہ ارے چرکیںؔ تجھے کھا جائے گا کون



قبلہ رُو میخانہ ہے، میں مؤتنے جاؤں کہاں ☆ گر نہ مؤتوں شیخ کے منہ میں تو پھر مؤتوں کہاں
آگے اُن آنکھوں کی گردش کے پھرے گی پادتی ☆ ہمسری آئی ہے کرنے گردشِ گردوں کہاں
لے، اِسے بھی گانڑ میں اپنے گھسیڑ، اے سوزِ عشق ☆ خانۂ دل جل گیا ہے، نقدِ دل رکھوں کہاں
باولی قُمری ہے، سوجھے مؤت کی کیا دھار اُسے ☆ سرو گندا سا کہاں، اُس کا قدِ موزوں کہاں
لب لگا کر غیر میں اُنگلی کروں، پڑ تڑ کو پھیر ☆ قبض میں شافے کی خاطر ڈھونڈے گا صابوں کہاں
مارِ گیسوئے صنم کی ہے بجا ہم سے سکیڑ ☆ گانڑ میں گو بھی نہیں ہے، دولتِ قاروں کہاں
نیاریا بن کر نہیں آیا ہوں، چرکیںؔ تنگ ہوں
زر کمانے رفعِ حاجت کے لئے جاؤں کہاں



آ جاتی ہے طاقت ترے بیمار کے تن میں ☆ گو گھول کے تیرا جو چُواتے ہیں دہن میں
ہگتا ہے گُل اندام مرا جا کے چمن میں ☆ گھوڑے پہ نہ کھڈّی میں، گڑھیا میں نہ بن میں
کہتا ہے وہ گل، گانڑ میں گُل میخ چلا دوں ☆ بلبل کوئی ہگ دے مرے آگے جو چمن میں
جھوٹے تو کیا کرتے ہو عُشاق سے وعدے ☆ بُو گو کی نہ آنے لگے غنچے سے دہن میں
اِسہال کی شدّت سے مُوا تیرا جو بیمار ☆ غسّال کو خطرہ ہے کہ ہگ دے نہ کفن میں
اے زُہرہ جبیں، جھانٹوں میں تیری جو چمک ہے ☆ یہ روشنی دیکھی نہیں سورج کی کرن میں
ہر بیت جو پُر ہے مری، مضمون سے گو کے ☆ مہتر مجھے کہتا ہے ہر اِک مُلکِ سخن میں
لازم ہے کہ چرکیںؔ اگر مائیوں بیٹھے
بٹنے کے عِوض گو کو ملیں اُس کے بدن میں



دیکھتا مہتر پسر کی ہوں میں صورت خواب میں ☆ گو اچھلنے کی رہا کرتی ہے صحبت خواب میں

کس کے مُنہ پرے کار ہا کرتا ہے بیداری میں دھیان ☆ تیز رہتا ہے مرا ہر شب کو آلت خواب میں

گانڑ ملنے میں چراتے ہو اگر ظاہر میں تم ☆ منہ تو دکھلا ایک دن او بے مروّت خواب میں

کونسی گوہیل پری کے عشق میں دیوانہ ہوں ☆ رات بھر مہتر دکھاتے ہیں نجاست خواب میں

سامنے رندوں کے چوں کرتا نہیں، ظاہر میں شیخ ☆ بن کے شیطاں اپنی دکھلاتا ہے صورت خواب میں

ہینگ ہگتا ہوں شبِ فرقت میں مَیں آٹھوں پہر ☆ ایک شب تو آ صنم بہرِ عیادت خواب میں

سر پہ میں چرکیں اُسے رکھوں گلِ تر کی طرح

خشک لینڈی بھی کرے گر وہ عنایت خواب میں



دست آتے ہیں اگر مجھ کو تو اسکا غم نہیں ☆ یعنی بدہضمی مری جلاب سے کچھ کم نہیں

ہجر میں صحنِ چمن گھوڑے سے مجھکو کم نہیں ☆ پھُنکیاں ہیں گُل نہیں، پیشاب ہے شبنم نہیں

بسکہ ضعفِ باہ سے رہتا ہے اِستمنا مجھے ☆ کون سا دن ہے جو پاجامہ ہمارا تم نہیں

وقتِ تنہائی صدا آتی ہے اُسکی، کان میں ☆ گوز سا دنیا میں کوئی دوسرا ہمدم نہیں

بُلبُلو تم نے سنا ہوگا چُغل بندہ وہ ہے ☆ عشق دنیا میں مجھے غیر از گُلِ آدم نہیں

راہِ مقعد ہو گئی ہے بند مارے قبض کے ☆ کوئی سُدّوں کے سوا اِس زخم کا مرہم نہیں

اصل کی جانب ہر اِک شے کرتی ہے آخر رُجوع

گر پڑا سنڈاس میں چرکیں تو اسکا غم نہیں



پائخانے میں رہا کرتے ہیں ☆ گُو کے مضمون بندھا کرتے ہیں
اے پری جو ترے دیوانے ہیں ☆ تنکے گھورے پہ چُنا کرتے ہیں
کؤں سے آتا ہے بواسیر کا خون ☆ لعل و یاقوت ہگا کرتے ہیں
سامنے جاتے ہی ہم قاتل کے ☆ خوف سے پاد دیا کرتے ہیں
قبض سے شیخ کی پھٹی ہے گانڑ ☆ کُھنے پر کُھنے ہوا کرتے ہیں
چاہئے رکھ لیں وہ ہگنے کی بھی جا ☆ جو کہ پاجامہ سیا کرتے ہیں
ملتے ہیں پاؤں تلے چرکیں کو
مہرباں آپ یہ کیا کرتے ہیں



ہے وہ گلرُ دیا سمیں تو گلشنِ ایجاد میں ☆ نکہتِ گل سے سوا خوشبو ہے جس کے پاد میں
شاخِ گل پر باغ میں لاسا لگاتا ہے عبث ☆ بیٹ بُلبُل کی نہ بھر جائے کفِ صیاد میں
جلوہ فرما کون سا گلرُو ہوا گھورے پہ آج ☆ خرمنِ گل کا نظر آتا ہے عالم کھاد میں
جب سے کُھجلی اُسکے نکلی غیر بھی بَولا گیا ☆ گانڑ کُھجلاتا ہے جب ہوتی ہے خارِش داد میں
شیخ کعبہ میں پھرا گر چڑھ کے خچر پر تو کیا ☆ کھاد اُٹھانی اُس گدھے کی ساری تھی بنیاد میں
غیر کے تُو زر کمانے پر نہ جا اے جانِ جاں ☆ نیاریا ہے، خاکروبوں کی ہے وہ اولاد میں
دم میں بھر دیتے ہیں وہ زخمِ دہانِ غار کو
مرہمِ زنگار کا چرکیں اثر ہے کھاد میں



جو اختروں پہ ترے دن نگاہ کرتے ہیں ☆ تو گُو کی پھٹکیوں کا اشتباہ کرتے ہیں
منھ اپنا ٹھیکرے میں مؤت کے ذرا دیکھیں ☆ برابری تری کیا مہر و ماہ کرتے ہیں
جو غیر پادتے ہیں، گوشِ دل سے سنتے ہیں آپ ☆ خیال اِدھر نہیں ہم آہ آہ کرتے ہیں
چمن میں اُسکو اَملتاس کا سمجھتے ہیں دست ☆ جو ہجر میں سوئے سَوسَن نگاہ کرتے ہیں
نہ بادہ خواری سے کر منع، گُو نہ کھا اے شیخ ☆ تجھے ہے فکر عبث، ہم گناہ کرتے ہیں
جو دھار مؤت کی اِک مارتے ہیں ہم اے ابر ☆ ابھی یہ کشتیِ گردوں تباہ کرتے ہیں

نہیں پدوڑا کوئی تجھ سا دوسرا چرکیںؔ
پدوڑوں کا تجھے ہم بادشاہ کرتے ہیں



جاری رہتی ہے مَنی، طاقتِ امساک نہیں ☆ کون سے روز میانی مری ناپاک نہیں
سُدّے افیونیوں کے گھول کے چپکے پی لو ☆ شیخ صاحب تمھیں گر نشّۂ تریاک نہیں

مؤت کے حوض میں کس طرح نہ ڈوبے چرکیںؔ
میر مچھلی کی طرح سے تو وہ پیراک نہیں



حیض کے خون میں چرکیںؔ ڈبایا مجھکو ☆ مری قسمت نے عجب رنگ دکھایا مجھکو
گُلِ آدم مری قسمت نے بنایا مجھکو ☆ ہاتھ کیا، پاؤں کسی نے نہ لگایا مجھکو

یاد دریا میں جو ہگنا ترا آیا مجھکو ☆ موج نے لینڈیوں کی طرح بہایا مجھکو
گانڑ کے بوسہ کا جاناں سے ہوا تھا سائل ☆ یہ دل آزردہ ہوا، منھ نہ لگایا مجھکو
عشقِ سُفرے کا نہیں یار کے دل کو میرے ☆ حوض میں گوُ کے نصیبوں نے گرایا مجھکو
گوُ میں لتھڑے ہوئے کتّے کی ہو تم شکل اے شیخ ☆ آپ کا خرقۂ پشمینہ نہ بھایا مجھکو
اُٹھ گئے رشک سے، یہ گانڑ پھٹی غیروں کی ☆ مہربانی سے جو اُس مَہ نے بٹھایا مجھکو
مہترانی کا اُٹھانے میں ہوا ہے دم بند ☆ ایک بھی دست جو کھُل کر کبھی آیا مجھکو

کوچۂ یار میں چرکیںؔ پڑا کہتا ہے
گوُ سمجھ کر بھی کسی نے نہ اُٹھایا مجھکو



کوئی اتنا بھی نہ جائے طعنِ خاص و عام ہو ☆ بزم میں پادے کوئی، چرکیںؔ ہمارا نام ہو
میکدے میں ہو گزر مجھ سے اگھوری کا اگر ☆ مؤت سے شیشہ ہو پُر لبریز، گوُ سے جام ہو
اِک بُتِ پستہ دہن کی چشم کا بیمار ہوں ☆ میرے حُقنے میں طبیبو، روغنِ بادام ہو
ہجر میں ساقی کرے مجھ کو جو تکلیفِ شراب ☆ بَولِ صَفراوی سے بدتر، بادۂ گلفام ہو
پائخانے میں جو گزرے زلفِ شب گوں کا خیال ☆ صبح کو ہگنے جو بیٹھوں، ہگتے ہگتے شام ہو
چشم کی گرش دکھائے تجھ کو وہ دریائے حسن ☆ حوض تیری گانڑ بھی اے گردشِ ایّام ہو
ضبطِ آہِ نیم شب سے بے قراری کیا عجب ☆ جب کہ ہو بند آدمی کا گوُز، بے آرام ہو

چار دن چرکیںؔ کی ہو جسکے مکاں میں بُوُد و باش
گوُ سے آلودہ در و دیوار، سقف و بام ہو



حیران ہگ کے شیخ جی تم اس قدر نہ ہو ☆ ڈھیلے سے گانڑ پونچھ لو، پانی اگر نہ ہو
گؤ کھانا، خالی دینا ہے قاتل کے وار کا ☆ سینہ ہی کر سپر، جو میسّر سپَر نہ ہو
رُسوا کیا ہے نالے نے جس طرح غیر کو ☆ بدنام پاد کر بھی کوئی اس قدر نہ ہو
حُقنہ علاج آپ کا ٹھہرا ہے شیخ جی ☆ یہ دردِ سر کرو تو کبھی دردِ سر نہ ہو
چرکیںؔ یہ اپنا قول ہے اسرار کی طرح
ٹر ٹر کرے وہ گانڑ کی جس کو خبر نہ ہو



قاتل اے شوخ نہ چرکیںؔ سے مُردار کا ہو ☆ گؤ سے آلودہ نہ پھلڑا تری تلوار کا ہو
ٹوکری گؤ کی ترازو کے لئے منگواؤں ☆ تُل بٹھانا مجھے منظور جو دلدار کا ہو
وقتِ پیشاب جو دھیان آئے ترے دانتوں کا ☆ مؤت کی بوند میں عالم دُرِ شہوار کا ہو
پادتے پادتے مرجائے وہ ہگ ہگ مارے ☆ زخمی رُستم بھی اگر یار کی تلوار کا ہو
آ کے گھوڑے پہ کھڑا ہو جو مرا رشکِ بہار ☆ گلِ آدم میں بھی نقشہ گلِ گلزار کا ہو
رنگ لائے جو بواسیر کا خوں سُفرے پر ☆ شیخ کی گانڑ نمونہ درِ گلزار کا ہو
اُسکو اے ترک بُجھالا کے گدھے کا پیشاب ☆ نہ بچے وہ کہ جو زخمی تری تلوار کا ہو
ہجر میں بسترِ غم پر ہے یہ اپنا احوال ☆ جس طرح گھوڑے پہ عالم کسی مُردار کا ہو
موجیں لینڈی کی طرح اُس کو بہا لے جائیں
عزم چرکیںؔ کو جو اِس پار سے اُس پار کا ہو

○

کانچ کا رنگ جو اے گُل نظر آیا مجھکو ☆ دیکھ کر جلنے لگی بُلبُلِ شیدا مجھکو
بَل بے نامردی مرا ہو گیا پیشاب خطا ☆ کل بَنڈیلے نے جُوں ہی گھورے پہ گھُورا مجھکو
پُچُھنے گانڑ میں شاید کہ لگے ہیں اُنکی ☆ شیخ جی چھیڑتے ہیں آج جو بیجا مجھکو
اُسکے در ہی پہ ہگا، میں نہ اُٹھا پر نہ اُٹھا ☆ پاگخانے کا ہوا رات جو خطرا مجھکو
راہِ مقعد سے مری خونِ بواسیر بَہا ☆ حیض کے خوں کا نظر آیا جو دھبّا مجھکو
گوز کی سن کے صدا، گُل کا ہے پیشاب خطا ☆ ہگ دیا بس وہیں بُلبُل نے جو دیکھا مجھکو

ایسی باتوں پہ کیا کرتا ہوں پیشاب اے شیخ
عشق چرکیںؔ کا نہ چھوٹے گا نہ بگوا مجھکو

○

یوں نہ کرنا تھا فلک بے سر و ساماں مجھکو ☆ گانڑ کھولے ہوئے پھروایا جو عُریاں مجھکو
دیکھ لوں گا چہِ مَبرز ہی کو پاخانے میں ☆ یاد جب آئے گا وہ چاہِ زنخداں مجھکو
اے پری زادِ صنم وہ ترا دیوانہ ہوں ☆ ڈر سے ہگ ہگ دے اگر دیکھے پری خواں مجھکو
گوز کی طرح درِ کوں سے نکل جاؤں گا ☆ روک سکتا ہے کوئی آپکا درباں مجھکو
اے گُل اندام ترے دستِ حنا بستہ کا ☆ دیوے دھوکا نہ کہیں پنجۂ مَرجاں مجھکو
پادا پُونی یہ کیا عشق کی بیماری نے ☆ مؤت کی دھار ہوئی خنجرِ بُرّاں مجھکو

بدتر از پشم سمجھتا ہوں میں اُسکو چرکیںؔ
پیچ میں لائے گی کیا کاکُلِ پیچاں مجھکو



اُسکے پاخانے کا ملتا جو ٹھکانا مجھکو ☆ کرتا پامال نہ اس طرح زمانہ مجھکو
خرچ کرتا اُسے سنڈاسیوں کی دعوت میں ☆ حوضِ پاخانے کا ملتا جو خزانہ مجھکو
روندے دستوں کے پیادوں کی پڑی پھرتی ہیں ☆ شب کو اُس کوچے میں دشوار ہے جانا مجھکو
آنو لے ڈال کے بالوں میں شبِ وصل صنم ☆ موت کے حوض میں لازم ہے نہانا مجھکو
عشق ہے دل کو مرے اُس بُتِ سنگیں دل کا ☆ ہو نہ جائے مرضِ سنگ مثانہ مجھکو
مالِ نعمت سے زیادہ اُسے سمجھا میں نے ☆ لید کا بھی جو میسّر ہوا دانا مجھکو

میں وہ مَردودِ خلائق ہوں جہاں میں چرکیںؔ
نہ کیا تیرِ قضا نے بھی نشانہ مجھکو



بے خطر لازم ہے جانا اُس بُتِ مغرور کو ☆ دست آیا، آخری ہے عاشقِ رنجور کو
جب سے اُس شیریں دہن کے گوُ پہ بیٹھیں مکھیاں ☆ شہد ہگنے کا مزہ تب سے پڑا زنبور کو
یوں اُچھلتے شیخ جی ہیں پچپنے لگتے ہیں جب ☆ جس طرح لڑکے اُچھالیں کاٹھ کے لنگور کو
پھُسکیوں نے شورِ محشر کا کیا ہے گوُز بند ☆ گوز نے میرے اُڑایا ہے صدائے صوُر کو
چشمِ بیمارِ صنم میں نکلی ہے گو ہانجنی ☆ ٹوکا ہگتے دیکھ کر کیا عاشقِ رنجور کو
گوُ نہیں ہے گانڑ میں کوّوں کے کیا ہوں میزباں ☆ دست آنے کو نہ دیں جُلاّب مجھ رنجور کو

کھڈّی بنواتا ہے چرکیںؔ اینٹ گارے کے بدل
ٹوکرا گوُ کا اُٹھانا ہوگا اب مزدور کو



گر سُنے چرکین تیرے پاد کی آواز کو ☆ منہ چھپائے لے کے مطرب پردہ ہائے ساز کو
کاٹی اُنگلی پر نہیں وہ مؤتتا کافر ذرا ☆ زخمِ دل دکھلاؤں کیا میں اُس بُتِ طنّاز کو
پیٹ کا ہلکا ہے اے جاں کہہ نہ دے ہر ایک سے ☆ غیر کوئی سے نہ کہنا دِل کے ہرگز راز کو
طائرِ بزدل وہ ہوں میں صیدگاہِ عشق میں ☆ بیٹ سے اکثر بھرا ہے چُنگلِ شہباز کو
رشک سے کبکِ دری نے ہگ دیا گلشن کے بیچ ☆ دیکھ کر اے گُل تری رفتار کے انداز کو
مؤتنے تک کا مرے احوال جاناں سے کہا ☆ گُو میں نہلاؤں کہیں پاؤں اگر غمّاز کو

سُر سِوا گندھار کے اُس میں نہ بولے پھر کبھی
بزم میں گر بیٹھ کر چرکیں بجاؤں ساز کو



دیکھ کر بیت الخلا میں اُس بُتِ طنّاز کو ☆ نالۂ ناقوس سمجھا گوز کی آواز کو
فائدہ دنیا میں گُو کھانے سے کیا اے قومِ لوط ☆ کیا ملیں گے خُلد میں غلمان لونڈے باز کو
سب سے کہہ دے گا یہ تیرے پادنے تک کا بھی حال ☆ جانہ دے بیت الخلا میں اے صنم غمّاز کو
پادتا ہے تال سُر سے وہ بُتِ مُطرب پسر ☆ تھاپ طبلے کی سمجھئے گوز کی آواز کو
غیر ہے گندہ بغل، کیوں ہم بغل ہوتا ہے تُو ☆ گُو میں کیوں مَلتا ہے اے گُل چیپی پشواز کو
رہ تو سِفلی کی نجاست میں زیادہ گُو نہ کھا ☆ شیخ تو کیا عالمِ عُلوی کے سمجھے راز کو

کب تلک لتھڑا رہے گا اپنی طینت پاک رکھ
دل سے چرکیں دور کر دنیا کی حرص و آز کو



کیوں کیا ناخوش سنا کر نالۂ جاں کاہ کو ☆ یاد کر چرکیں رجھایا تھا بُتِ دلخواہ کو
پاٹ دیتے چاہِ بابل ہگ کے اے زُہرہ جبیں ☆ گر فرشتے دیکھتے تیرے ذقن کی چاہ کو
گانڑ میں کیا نسرِ طائر کے پرِ سُرخاب ہے ☆ خط مرا لے جا کے دے آیا نہ جو اُس ماہ کو
کیجئے پیشاب اگر تو دھار جاتی ہے وہاں ☆ دور سمجھے غیر ہے کوئے بُتِ گمراہ کو
گانڑ میں بتی چراغِ مے کی رکھ لو شیخ جی ☆ تیرہ شب میں تا نہ بھولو میکدے کی راہ کو

گھر میں اے چرکیں کب تک گوز مارا کیجئے
دیکھئے اب جا کے گوگا پیر کی درگاہ کو



خوں حیض کا سمجھتے ہیں تجھ بن شراب کو، ☆ سُور کا گوشت جانتے ہیں ہم کباب کو
رندوں کے ساتھ پیجئے مے شیخ جی نہ آپ ☆ جھگڑا پڑے گا گانڑ کلیجے جناب کو
گوبر کو پی کے قاضی بے دین ہو برہمن ☆ گر دیکھ پائے اُس بُتِ مستِ شراب کو
گو یہ توے پہ گانڑ بھی رگڑے، نہ کر یقیں ☆ دیتا ہے نانِ خشک یہ روز آفتاب کو

چرکیں نہ مانگ مطبخِ چرخِ دنی سے تو
ٹکڑا تو کیا، نہ پائے گا خالی جواب کو



گئے جب شہر سے ہگنے کی خاطر ہم بیاباں کو ☆ صدائے گوز سمجھے نالۂ شیرِ نیستاں کو
چمن میں جب قدِ موزوں کسی کا یاد آتا ہے ☆ کھڑی لینڈی سے بدتر جانتا ہوں سروِ بُستاں کو
لگائے گا نہ منھ گر غیر جا کر گانڑ بھی رگڑے ☆ مُحبت ہوگئی ہے ان دنوں یہ ہم سے جاناں کو
ہمارے ساتھ چلتے چلتے مجنوں کو جو دست آئے ☆ تو اُس نے گانڑ پونچھی پھاڑ کر صحرا کے داماں کو
ہگایا خون مدّت تک خیالِ روئے رنگیں نے ☆ مروڑا پیٹ میں اُٹھا جو دیکھا زُلفِ پیچاں کو
تبرّا بھیج دنیا پر عدم کی راہ لے ناداں ☆ نہ کر اس مزبلے میں بیٹھ کر آلودہ داماں کو

وہ بُلبُل ہوں کہ جس کے نالۂ موزوں نے اے چرکیںؔ
اُڑایا چٹکیوں میں زمزمہ سنجانِ بُستاں کو



چرکیںؔ سے مُدّعی کو اگر عزمِ جنگ ہو ☆ ناوک صدائے گوز ہو، مقعد تُفنگ ہو
ہتھیار تو ہر ایک کے دستوں پہ چھن گئے ☆ گنز چُتڑی اب لڑے وہ جسے شوقِ جنگ ہو
بُجھواؤ تیغِ ناز کو لے کر گدھے کا مُوت ☆ غیرِ نجس کے قتل کی جس دم اُمنگ ہو
مُطرب نہ کُر چُغانہ و شہرود پر گھمنڈ ☆ جس ٹھیکرے میں مُوت دوں وہ جل ترنگ ہو
چہرہ تمہارا ضعف سے ہے زرد شیخ جی ☆ حیضِ سفید پی لو تو پھر سُرخ رنگ ہو
اِک پادری پسر کی محبت میں ہیں اسیر ☆ دل اپنا کیوں نہ قائلِ قیدِ فرنگ ہو

غم خانۂ جہاں میں ہوں چرکیںؔ وہ تلخ کام
جُلّاب گر پیوں تو وہ جامِ شرنگ ہو



ہیں مریضِ چشم و لب، اپنا اگر جلّاب ہو ☆ روغنِ بادام چرکیںؔ، شربتِ عُنّاب ہو
رونق افزا ہو جو پاخانہ میں وہ رشکِ بہار ☆ گُل ہو لینڈی گو کی، شبنم قطرۂ پیشاب ہو
بھوک سے مرتی ہے خلقت، کچھ عجب اسکا نہیں ☆ کھاد بھی اکسیر کی مانند گر نایاب ہو
کیجئے مضمونِ خونِ حیض میں رنگینیاں ☆ تا زمینِ شعر رشکِ مسلخِ قصاب ہو
گانڑ دھونے سے نہ تو بھی شیخ کی نیت بھرے ☆ حوض تو کیا چشم ہے، خالی اگر تالاب ہو
اے صنم ہر اک برہمن دیکھ کر سجدہ کرے ☆ تیرے پاخانے کی چوکی میں اگر محراب ہو
اب تو کیا ہے دیکھنا اس وقت تم چرکیںؔ کی قدر ☆ لکھنؤ میں میرزا مہتر اگر نوّاب ہو

آگے اس نو خط کے ہے اب سادہ رویوں کا یہ حال
جس طرح بے قدر - چرکیںؔ مخملِ کمخواب ہو



حیض کا سب رنگ ہے سُو ہے بَرن میں آئنہ ☆ مؤت کا ہے ٹھیکرا دولہہ دولہن میں آئنہ
کیوں نہ اُسکی گانڑ کے نیچے بہے گنگا سدا ☆ دیکھتا ہے منہ ترے چاہِ ذقن میں آئنہ
شیخ کی داڑھی کو مونڈیں گے گدھے کے مؤت سے ☆ کہہ دو ان سے میکشوں کی انجمن میں آئنہ
گانڑ گُل کی پھٹ گئی رُخسارِ جاناں دیکھ کر ☆ دست بُلبُل کو بھلا کیوں کر چمن میں آئنہ
گردۂ آئینہ چوکی عکسِ رُخ سے بن گئی ☆ طشت ہے بیت الخلائے سیم تن میں آئنہ
اُسکا ہر جوہر نہیں ہے، کرم سے کم آنکھ میں ☆ چھوت گُو کا ہے ترے بیت الحزن میں آئنہ

نامِ چرکیںؔ پوچھتے حیرت سے کیا ہو شاعرو
ہے وہ پورب. پچھم اور اُتر دکن میں آئنہ



اگر ہوتے نہ وارفتہ کسی زُہرہ شمائل کے ☆ تو سڑتے کس لئے زنداں میں قیدی چاہِ بابل کے
ترے خالِ لبِ شیریں کی مگنے میں جو یاد آئی ☆ جو نکلے پیٹ سے سُدّے وہ لڈّو بن گئے تل کے
ہوا ہے شوق کس رنگیں ادا کو زیب و زینت کا ☆ جو مُشک وعوُد سے لوٹے بسائے جاتے ہیں گُل کے
اُٹھائے گُو دلیلیں شیخ استبرے کی سُنّت پر ☆ عمل کرتے ہیں کب دانا سخن پر ایسے جاہل کے
کسی کوُنی کی چربی سے مقرّر اسکو ڈھالا ہے ☆ ہمیں بُو گوز کی آئی دھوئیں سے شمعِ محفل کے
مریدوں کی طرح دوں ان کو میں بھی دست بیعت کا ☆ کریں حل شیخ جی عُقدے اگر عقدِ اناملِ کے

بہت کی کنڈیاں، لیکن پڑے ہیں آج تک چرکیں
ہمارے خون کے دھبّے پپیلے پر تیغِ قاتل کے



رقیب اور شیخ کو اے یار گنڑ چُتڑی لڑانی ہے ☆ سرِ محفل ہمیں ان کوُنیوں کی چُل مٹانی ہے
بتِ سیمیں کے پاخانے کی چوکی بھی ہے چاندی کی ☆ پھر اس طشت میں قلعی کی جا، سونے کا پانی ہے
نہ جا تو غیر کے گھگھیانے پر مُفسد ہے وہ کوُنی ☆ وہ قابُو چی بڑا ہے اسکی یہ منت زبانی ہے
اُبٹنا گُو کا مَل پُھلے ہگوڑے غیر کے منھ پر ☆ شبِ عید اے صنم گر پاؤں میں مہندی لگانی ہے
سدا کرتا ہے چلتے بَیل کی وہ گانڑ میں انگلی ☆ لرزتا نام سے اس مہ کے ثورِ آسمانی ہے
اگر ہو قبض افیوں سے، پیو اے شیخ جی اسکو ☆ تمہارے واسطے دارُو سڑے حُقّے کا پانی ہے

میسّر اس صنم کی گانڑ دھونے کا جو پانی ہے
ترے حق میں وہ اے چرکیں آبِ زندگانی ہے



چرکیںؔ اگلتی مجھ سے جو مردار کے لئے ☆ اِک نام ہوتا یار کی تلوار کے لئے
دوبار راہِ بَول سے نکلے ہو شیخ جی ☆ واجب ہے غُسل آپ پر ابرار کے لئے
کس کا ہے نامہ بر یہ کبوتر، کہ جس کی بیٹ ☆ مرہم ہوئی ہے اس دلِ افگار کے لئے
او شاہِ حسن، منہ سے نہ گُوہ ہر گھڑی نکال ☆ زیبا یہ گفتگو نہیں سردار کے لئے
کس درجہ گُوہ کی بُو سے معطر ہوا دماغ ☆ بوسے جو ہم نے مقعدِ دلدار کے لئے
گوگل جلا کے آگ میں بیت الخلا کے بیچ ☆ سفلی عمل پڑھیں گے کوئی یار کے لئے
چرکیںؔ کو اپنے پاس سے اے گُل جدا نہ کر
رہنے دے کھاد حسن کے گلزار کے لئے



زُلف چھونے پہ جو دلدار خفا ہوتا ہے ☆ پائجامے میں مرا دست خطا ہوتا ہے
دیکھ لیتا ہے مٹھولے جو لگاتے وہ مجھے ☆ ہو کے حیران وہ کہتا ہے، یہ کیا ہوتا ہے
سرکشوں کو بھی ہگاتا ہے وہ نیلا تھوتھا ☆ زُلفِ خوباں کا بھی انداز بُرا ہوتا ہے
پائخانہ اسے ٹھہراتے ہیں سارے شاعر ☆ وصف جس بیت میں ہگنے کا بندھا ہوتا ہے
شدّتِ قبض سے پھر پادتا پھرتا ہے شیخ ☆ نشہ افیون کا جس وقت ہوا ہوتا ہے
پائخانے میں وہ لے جاتے ہیں جو ساتھ مجھے ☆ پاد کی طرح سے پھر غیر ہوا ہوتا ہے
بھاگ کر چھپتا ہے پائخانہ میں چرکیںؔ اُس دم
دست اندازی پہ جب یار خفا ہوتا ہے



داغے گا پٹاخا نہ وہ دلدار ہوائی ☆ چھوڑوں گا جو میں گوز کی یکبار ہوائی
چر جائے کئی جا سے وہیں گانڑ فلک کی ☆ ماروں جو خدنگ آہ کی، دوچار ہوائی
ہگتا تھا وہ بُت ریتے میں اُٹھا جو بگولا ☆ دشمن ہوئی نظارے کی دیوار ہوائی
جب اشہبِ گوز آپ کی مقعد سے چھٹے گا ☆ پکڑا نہیں جانے کا یہ رہوار ہوائی
سرد آہوں سے میں چیرتا ہوں گانڑ کو اُنکی ☆ جڑتا ہوں رقیبوں پہ یہ تلوار ہوائی
ہگتا ہے اگر ہینگ لبِ یار کا بیمار ☆ پتے کی کھلاتے ہیں پرستار ہوائی

اُس گل نے گلی اپنے کبوتر جو اُڑائے
چرکینؔ یہ سمجھا کہ ہے گلزار ہوائی



گر آب دیکھ لیں تری تیغِ خوش آب کی ☆ چر جائے گانڑ رُستم و افرا سیاب کی
میخانے میں ہوا مجھے ادرار اس قدر ☆ ریلے میں موت کے بہی بوتل شراب کی
دن کو ہگوں، ہگوں نہ ہگوں، کیا ہو دیکھئے ☆ دستوں سے رات کو تو نہ فرصت ہو خواب کی
منھ سڑ گیا ہے شیخ کا، آتی ہے گو کی بو ☆ جس دن سے اُس نے کی ہے مذمت شراب کی
ہے گانڑ غنچہ، کانچ ہے اُس گُل کی رشکِ گُل ☆ کیوں کر نہ بو ہو موت میں بوئے گلاب کی
ہگ ہگ کے میں نے یار کے گھر میں کیا ہے ڈھیر ☆ پاداش ہوگی کیا مرے فعلِ خراب کی

شوال میں تو گانڑ کو چرکینؔ اپنی دھو
ماہِ صیام میں بڑی قلت تھی آب کی



وفورِ شوق سے شافہ لیا ہے، اُنگلی ڈالی ہے ☆ بڑے زوروں سے لینڈی شیخ نے باہر نکالی ہے
وہ خود گندہ ہے، جو گندہ مزاجوں کو ستاتا ہے ☆ نجاست کا سبب انساں کو گو کی پائمالی ہے
ترے بیمار کو اتنی نہیں طاقت ہگے اُٹھ کر ☆ تنِ کا ہیدہ اسکا رشکِ تصویرِ نہالی ہے
پلا مے آج وہ ساقی کہ پاجامے میں ہگ ماریں ☆ چمن ہے، ابر ہے، چلتی ہوائے برشکالی ہے
ہمارے آگے بدتر گو بھرے سُفرے سے بھی وہ ہے ☆ دہن جو تیرے وصفِ پاک سے اے یار خالی ہے
شبِ دیجُور بھی دیکھے تو ہگ دے مارے خطرے کے ☆ فراقِ یار میں وہ رات ہم پر آج کالی ہے

کہے گا جو ہمیں چرکیں بُرا، وہ بھی سنے گا کچھ
پڑی ہے چھینٹ اُس پر جس نے گو میں اینٹ ڈالی ہے



اہلِ ہنر سمجھتے ہیں اہلِ ہنر مجھے ☆ چرکیں وہ خود لچر ہے جو سمجھے لچر مجھے
لاکھوں ہی احتلام ہوئے تاسحر مجھے ☆ سُفرے کا کس کے دھیان رہا رات بھر مجھے
مضمونِ خونِ حیض کی دقّت میں وقتِ فکر ☆ کھانا پڑا کمال ہی خونِ جگر مجھے
سن رکھئے، گو میں خوب سانہلاؤں گا اسے ☆ پھر غیر بزمِ یار میں گھورا اگر مجھے
جس دن سے کاٹ کھایا ہے اُس مارِ زُلف نے ☆ گر دیکھوں کیچوا بھی تو لگتا ہے ڈر مجھے
یہ زور پر ہے وحشتِ دل اب تو اے پری ☆ پھٹ جائے گانڑ قیس کی دیکھے اگر مجھے

اِک روز پھٹ نہ جائے کہیں سقفِ آسماں
چرکیں تمہارے گوز سے لگتا ہے ڈر مجھے



پھسکی میں تری بادِ بہاری کا اثر ہے ☆ سُنبل ہیں اگر جھانٹیں، تو سُفرا گُلِ تر ہے
بنتی نظر آتی نہیں اُس سیم بدن سے ☆ یاں گانڑ میں گو بھی نہیں، وہ طالبِ زر ہے
حاجت ہے ملاقات کی تو آیئے صاحب ☆ پاخانہ جو مشہور ہے بندے ہی کا گھر ہے
اے رشکِ چمن بے ترے نظروں میں ہماری ☆ سوکھی ہوئی لینڈی سے بھی بدتر گُلِ تر ہے
جس سُفرے میں آلت کا ہوا ہو نہ کبھی دخل ☆ گویا مرے نزدیک وہ ناسفتہ گُہر ہے
ہر لحظہ، ہر اک بات میں گو اچھلے نہ کیونکر ☆ چاہت جسے کہتے ہیں اِدھر ہے نہ اُدھر ہے

چرکیں کی خطا پر نہیں ہنسنے کی جگہ یار
ہگتا نہ ہو دنیا میں وہ کون ایسا بشر ہے



غیرِ نجس کی قبض سے حالت تباہ ہے ☆ گردن جھکی ہے، سُفرے کی جانب نگاہ ہے
چرکیں تمہارے ہگنے کو بھی واہ واہ ہے ☆ مہتر چبوترے میں ہر اِک زاد خواہ ہے
ہگنے کے وقت ہے جو رُخ و زلف کا خیال ☆ کوئی ہے لینڈی سرخ، تو کوئی سیاہ ہے
رکھ دیں گے اس کو نوچ کے ہم طشتِ یار میں ☆ پُولا سی داڑھی شیخ کی، مثلِ گیاہ ہے
نَے گانڑ کی تمیز ہے نَے فَرج کا ہی پاس ☆ لوڑا کھڑا بھی اپنا عجب پادشاہ ہے
کس طرح کھائیں کوفتوں پر ہم کو ہجر میں ☆ سُدّوں کا شک ہے، لینڈیوں کا اشتباہ ہے

دہشت کو اسکی دیکھ کے کہنے لگا وہ شوخ
چرکیں ہمارا قیس کا بھی قبلہ گاہ ہے



وہ مضموں گوُ کے پیدا کیجئے طبعِ گرامی سے ☆ حبیبی اَنتَ یا چرکیںؔ کا غُل ہو گورِ جامی سے
طرح عنبر کی بوُ کا وصف ہے ہم میں تو کیا حاصل ☆ رہے پھر گوُ کے گوُ باز آئے ایسی نیک نامی سے
سمندِ گوُز بھی کوئی عجب منہ زور گھوڑا ہے ☆ چھُٹی ہے شہہ سواروں کی بھی جس کی بدلگامی سے
ہوا ہے شوقِ آرائش یہاں تک اُس پری رُو کو ☆ منڈھی جاتی ہے چوکی پائخانے کی تمامی سے
جو اپنے لب پہ بیٹھے آکے بھُنگے، ہگ دیا اس نے ☆ یہی حاصل ہوا ہم کو فقط شیریں کلامی سے
کیا کرتے ہیں اس سے ڈو بڈو ہی گفتگو ہر دم ☆ نہ مطلب نامہ و پیغام سے ہے نے پیامی سے

لکھا رہنے دے چہرہ مہتروں میں زر کمائے گا
نہ اے چرکیںؔ ہونا دست بردار اس اسامی سے



کوئی مہتر ترے بیت الخلا میں جب کہ جاتا ہے ☆ نصیبوں پر ہمیں پھر اس کے کیا کیا رشک آتا ہے
طلب کیجئے اگر بوسہ تو ہنس کر یہ سناتا ہے ☆ زمانے میں کوئی چرکیںؔ کو بھی منہ لگاتا ہے
یہاں تک بد قماشی ہم سے ہے اس چرخِ ابتر کی ☆ جو کھیلیں گنجفہ بھی تو برا ہی دست آتا ہے
دل اپنا کاہ کی صورت اگرچہ پادہ پوُنی ہے ☆ ولیکن اس پہ بھی کیا کیا یہ کوہِ غم اُٹھاتا ہے

ذرا اے بحرِ خوبی لے خبر تو اپنے چرکیںؔ کی
ترے بیت الخلا کے حوض میں غوطے لگاتا ہے



دید تیری گر نصیب اے مہ لقا ہو جائے گی ☆ گھورا گھاری میں مری حاجت روا ہو جائے گی
مان کہنا، کھا نہ تُو مجھ سے نجس کی ہڈیاں ☆ گُو سے لت پت چونچ تیری اے ہُما ہو جائے گی
گُو تھپنے میں منہ بنائے گا جو وہ بت ناز سے ☆ اک ادا ہگنے میں بھی اس سے ادا ہو جائے گی
تنکے گھورے پر چنے گا بن کے دیوانوں کی شکل ☆ وہ پری عاشق سے اپنے گر خفا ہو جائے گی
شیخ جی صاحب کریں گے تجھ سے بے خطرے نکاح ☆ دُخترِ صُوفی اگر تو پارسا ہو جائے گی
وصل کی شب بسترِ جاناں پہ میں نے ہگ دیا ☆ کیا سمجھتا تھا کہ یہ مجھ سے خطا ہو جائے گی

قبض کی شدت اگر چرکیںؔ یہی عالم میں ہے
کھاد بھی نایاب مثلِ کیمیا ہو جائے گی



کہدو خبر لے حسن کے اس بادشاہ سے ☆ چرکیںؔ پڑا ہے گھورے پہ حالِ تباہ سے
کھانہ عبث ہے منہ سے غذائے لذیذ کو ☆ گُو ہو کے ساری نکلے گی مقعد کی راہ سے
دہشت سے میکشوں کی ہوا ہے یہ گُوز بند ☆ نکلا نہ شیخ بہرِ وضو خانقاہ سے
ڈر سے ہمارے غیر کا پیشاب ہے خطا ☆ جریاں نہیں ہوا ہے اسے ضعفِ باہ سے

گُوزِ شتر سمجھتا ہوں تحسینِ ناشناس
چرکیںؔ خوش اہلِ فہم کی ہوں واہ واہ سے



پدوڑی ہے، نہ کر تو ہم زبانی ☆ یہ گُو کھانے کی بُلبُل ہے نشانی
لگو گے ہینگ ہگنے شیخ جی تم ☆ مضر ہے ماش کی یہ دال کھانی
ہمارے آگے ہگ دیتا ہے دشمن ☆ یہ اس کوئی کی شیخی ہے زبانی
جگت کی غیر کو گُوگل کھلا کر ☆ نکالے اس نے گُو کے دو معانی
کرے گی قبض، پادالون کھا لو ☆ یہ نسخہ سن لو چرکیںؔ کی زبانی



نمک بن پاد کر اغیار کوئی بے حیائی سے ☆ ہوا انکی سڑی کوئیں ہے گڑھیا اور کھائی سے
جو پتلی دال کھا کر شیخ ابھرے پیٹ بائی سے ☆ کرم تھوڑی سی کھا، مرغی ہوا ہے گرم رائی سے
ترے بیمار کو دو تین ایسے دست آئے ہیں ☆ زمیں پر گانڑ کا گُو بہہ چلا ہے چار پائی سے
سرِ بازار کوڑی پاد پادو شیخ جی صاحب ☆ زمانے میں کوئی بہتر نہیں ہے اِس کمائی سے
نکالا غیر کو بیت الخلا سے یار نے چرکیںؔ
کھڑا ہے گھر پہ گُو کھانے کو وہ سُور ڈھٹائی سے



اِک بوسے پہ کیوں بگڑ کے اُٹھے ☆ گُو کھایا جو اس سے لڑ کے اُٹھے
دیوانہ تیرا جو ہگنے بیٹھا ☆ پتھر لے لے کے لڑکے اُٹھے
اغیار نے ہگ دیا ہے ڈر سے ☆ تلوار جو ہم پکڑ کے اُٹھے
اس مہر کو گھر سے آتے دیکھا ☆ ہگنے کے لئے جو تڑکے اُٹھے
پایا نہ عصا جو شیخ جی نے ☆ آلت کو مرے پکڑ کے اُٹھے
بٹھلایا نہ اپنے پاس اس نے ☆ ہم گانڑ تلک رگڑ کے اُٹھے

قاتل کی گلی سے لاشِ چرکیںؔ
ارمان یہ ہے کہ سڑ کے اُٹھے



چرکیںؔ چمن میں آکے جو یکبار ہوگئے ☆ ہر اِک روش پہ کھاد کے انبار ہوگئے
دولت کمائی ہے ترے صدقے سے اس قدر ☆ مہتر تمام شہر کے زردار ہوگئے
اس مزبلے میں بیٹھ کے سنڈاسیوں کی طرح ☆ لاکھوں نجاستوں میں گرفتار ہوگئے
منھ گانڑ اور گوزِ شتر ہے تمہاری بات ☆ القصہ آپ جھوٹوں کے سردار ہوگئے
مجھ سخت جاں کی جھانٹ کے بھادیں ہوا نہ کچھ ☆ عاری تمہارے خنجرِ خوں خوار ہوگئے
نے دست و پا کا ہوش ہے نے گانڑ کی خبر ☆ کس درجہ محوِ صورتِ دلدار ہوگئے

بیت الخلائے یار سے چرکیںؔ نکل کے ہم
گھورے پہ بیٹھنے کے سزاوار ہوگئے



مشابہ غنچۂ گُل ہے، ہر اِک لیلیٰ کے محمل سے ☆ صدائے گوزِ مجنوں آتی ہے صوتِ عنادل سے
غمِ فرقت سے لیلیٰ کی ہوا ہے ناتواں ایسا ☆ چھٹی جاتی ہے مقعد قیس کی بارِ سلاسل سے
جو ہیں ناپاک، ناپاکوں سے رغبت انکو ہوتی ہے ☆ اگھوری مُوت اور گُو کو ملا کر کھاتے ہیں دل سے
فلک پر رشک کھائے مہرِ تاباں اے ہلال ابرو ☆ جو دیکھے طشت پاخانے میں تیرے ماہِ کامل سے

عوض ہُد ہُد کے خوں کے، حیض کے خوں سے وہ بھرتا ہے
کبھی گر نقشِ حُبِ چرکیںؔ لکھواتا ہے عامل سے



کوئل کو گانڑ کی خبر اے باغباں نہ تھی ☆ آموں پہ پادتی وہ پدوڑی کہاں نہ تھی
گوُ کھایا قاضیوں نے، جورنڈوں پہ کی حرام ☆ بنت العنب تو زوجۂ پیرِ مغاں نہ تھی
اغیار کی جو گانڑ میں تھوکا، بجا کیا ☆ کچھ عزت اس پدوڑے کی اے جانِ جاں نہ تھی
گلشن خراب توسنِ بادِ خزاں سے تھا ☆ گھوڑے کی لید تھی سمن و ارغواں نہ تھی
سڑتے تھے پھول، جوش تھا گندہ بہار کا ☆ کچھ کم موتالی سے روشِ بوستاں نہ تھی
منھ زور گویا باؤ کا گھوڑا ہے اس کا گوز ☆ اغیار کے جو قبضے میں اسکی عناں نہ تھی

چرکیںؔ نے طرفہ، شستہ و رفتہ غزل کہی
ایسی رواں طبیعتِ صاحبؔ قِراں نہ تھی



تیغ اُس نے لگائی جب کمر سے ☆ مریخ نے ہگ دیا ہے ڈر سے
کر بات نہ غیر فتنہ گر سے ☆ گوُ اچھلے گا خوب اِدھر اُدھر سے
ٹل جائے گی ناف آئیں گے دست ☆ تلوار نہ تُو لگا کمر سے
ہگنے میں بندھا جو زُلف کا دھیان ☆ پیچش رہی شام تک سحر سے
ناداں اُٹھا نہ بارِ عصیاں ☆ یہ ٹوکرا گوُ کا پھینک سر سے
اک مُوت کے ریلے میں بہادیں ☆ گر سامنے اپنے اَبر برسے
کہنے لگے مجھ سے ہٹ کے سڑیئے ☆ بیٹھا جو میں لگ کے انکے در سے
کیا دوں جواب میں شیخِ بد کو ☆ گوُ کھانا ہے بحثنا لچر سے

قسمت کی بُرائی دیکھو چرکیںؔ
گھوڑے پہ سڑے نکل کے گھر سے



یہ قول انکا ہے جن کا کوچۂ دلدار مسکن ہے ☆ خیابانِ چمن ہیں کھڈیاں، پاخانہ گلشن ہے
نکالے جاتے ہیں محفل سے اُسکی، یاد کے ہاتھوں ☆ کسی کو دوش کیا دیں، گانڑ ہی یاں اپنی دشمن ہے
وہ تیرا غمزۂ سرہنگ ہے او قاتلِ عالَم ☆ دوپارہ جس کے دم سے سُفرۂ اِسفند دبھن ہے
خیال آتا ہے اے بُت جب ترا، وہ پاد دیتا ہے ☆ یہ سُفرا غیر کا ہے یا کہ ناقوسِ برہمن ہے
بجا ہے، پادری مجھ کو کہیں گر سارے نصرانی ☆ پدوڑا میں ہوں عاشق، میری معشوقہ فرنگن ہے
نظر آتا ہے جب ہر اِک فرنگی، چھلکے دیتے ہیں ☆ کہوں کیا یُول صاحب کے جو کچھ مکھڑے پہ جوبن ہے

رہِ مقعد ہزاروں ہی کی ماری اُس نے اے چرکیںؔ
ذکر اپنا بھی اپنے وقت کا اِک مارِ رہزن ہے



لڑتی ہیں آنکھیں اپنی اب اُس شوخ وشنگ سے ☆ رُستم کی گانڑ پھٹتی ہے جس خانہ جنگ سے
سُفرے کا غیر کے ہے بواسیر سے یہ حال ☆ بندر کی گانڑ سُرخ نہیں جس کے رنگ سے
سُدّے نکل رہے ہیں زبس گولیوں کی طرح ☆ کم گانڑ شیخ جی کی نہیں ہے تفنگ سے
افسوس آج اُنکو نہیں گانڑ کی خبر ☆ کل تک خراج لیتے تھے جو رُوم وزنگ سے
لُبدی تم اس کی، گانڑ پہ اب باندھو شیخ جی ☆ بہتر نہیں دوائے بواسیر، بنگ سے
منھ تک ہوئی نہ غیر کو اس بُت کے دسترس ☆ برسوں ہی گرچہ گانڑ گھسی در کے سنگ سے

چرکیںؔ ہر ایک بیت میں اپنی ہزار بار
مضمونِ خونِ حیض بندھے لاکھ رنگ سے



حال یہ شیخ کا ہے قبض کی بیماری سے ☆ پاد بھی گانڑ سے آتا ہے تو دشواری سے
تن بدن پھنکتا ہے سوزاک کی بیماری سے ☆ بوند پیشاب کی کچھ کم نہیں چنگاری سے
غیر کوئی کو نہ دروازے تک آنے دے گا ☆ اُس کے دل میں ہے یہ گھر، میری وفاداری سے
بات اچھی نہیں، گو اچھلے گا اس میں صاحب ☆ دستبردار ہو غیروں کی طرفداری سے
پاس باقی نہ رہا گانڑ کا پاجامے تک ☆ حال اپنا یہ بہم پہنچا ہے بیکاری سے
یاں سے جو سوئے عدم گانڑ چھپا کر بھاگا ☆ تھا عمر کو بھی مگر ڈر تری عیاری سے

اہلِ عبرت کو ہو چرکیںؔ نہ تعلق کا مزا
مرغِ تصویر کو کیا کام گرفتاری سے



پادے ہیں اطبا سبھی پوں پوں مرے آگے ☆ گنز گھسنیاں کرتا ہے فلاطوں مرے آگے
بھاگی مجھے دیکھتے ہی جوششِ باراں ☆ اِک قطرۂ پیشاب ہے جیحوں مرے آگے
وہ گرگِ کہن سال ہوں میں دشتِ جنوں کا، ☆ کوں کھولے ہوئے پھرتا تھا مجنوں مرے آگے
وہ کانچ دکھاتا نہیں اپنی مجھے ہرگز ☆ لیتا ہے چھپا سُفرۂ گلگوں مرے آگے
اے مرغِ چمن، کیا ہے خوش آوازی پہ نازاں ☆ ہے گوز ترا نالۂ موزوں مرے آگے
اس زور سے پادو کہ دہل جائے فلک بھی ☆ اسرار جو مجلس میں کرے چوں مرے آگے

وہ میں نہیں چرکیںؔ جو دب جاؤں کسی سے
ہر ایک بنڈیلا ہے کم از جوں مرے آگے



صدائے گوزاے چرکیںؔ یہاں دمڑی کی پڑوں پڑوں ہے ☆ تری پھُسکی کی یہ آواز، نقارے کی ڈوں ڈوں ہے
اگر کوڑی گرے گوُ میں اُٹھالے غیر دانتوں سے ☆ وہ مکھی چوس ہے کیا، مال جس کے آگے قاڑوں ہے
لہو موُتا کرے کب تک مریضِ غم ترا او بُت ☆ خبر لے، ہے خلل پتھری کا، حال اُس کا دِگرگوں ہے
نہ رکھ اغیارِ سگ سیرت سے گہرے آب دست اے جاں ☆ وہ گوُ کھاتا ہے اور ناشتہ اُس ناپاک کی کوں ہے
اُڑا دیں پادسا نالہ نہ کیونکر مرغِ گلشن کا ☆ ہماری آہ شور انگیز، وہ دمڑی کی پچوں پچوں ہے
مقشّر شیخ جی کر لو ملا کر اُس میں نوسادر ☆ ہگو گے نیلا تھوتھا ورنہ حضرت، زہر افیوں ہے
نہ ملنا غیر سے اے جان، گر وہ گانڑ بھی رگڑے ☆ نہ کرنا دوستی زِنہار، وہ موذی ہے میموں ہے
مَثَل ہے آگ جو کھاتا ہے، انگارے وہ ہگتا ہے ☆ غِذا یاں خونِ دل اپنی ہے، جاری گانڑ سے خوں ہے

زمینِ شعر میں کیا کھڈّیاں ہیں تو نے بنوائیں
جو اے چرکیںؔ پسندِ طبع تیری، گوُ کا مضموں ہے



آج دیکھئے چرکیںؔ کس کی موت آئی ہے ☆ اُس نے زہرِ قاتل میں تیغ کیں بُجھائی ہے
خالِ روئے جاناں کی کیا کروں ثنا اے دل ☆ ہگ دیا ہے رُستم نے جب وہ گولی کھائی ہے
جھینپتی ہے آنکھ اُسکی سامنے جب آتا ہے ☆ گانڑ غیر نے شاید آپ سے مرائی ہے
زورِ ناتوانی ہے، بسکہ ہجر کی شب میں ☆ ہگتی پادتی لب تک اپنے آہ آئی ہے
مر رہے ہیں آپ ہی ہم، ہم سے نیم جانوں پر ☆ گوُ کا کھانا او قاتل تیغ آزمائی ہے
گانڑ کیوں چراتا ہے ہم سے پنجہ کرنے میں ☆ پادا پوُنی اے گل رُو کیا تری کلائی ہے

تھا پتا ہے گوُ ایسا ہو گیا ہے دیوانہ
کس پری سے اے چرکیںؔ آجکل جدائی ہے



روکتے گوز جو اپنا تو بڑی بات نہ تھی ☆ شیخ صاحب میں تو اتنی بھی کرامات نہ تھی
سو رہا گانڑ مرے منھ کی طرف کر کے وہ شوخ ☆ ہجر کی رات سے کم وصل کی بھی رات نہ تھی
گھس گیا پا کے میں تنہا اُسے پاخانے میں ☆ وصل کی اس کے سوا اور کوئی گھات نہ تھی
گانڑ کی طرح سے منھ اپنا چھپا لیتے تھے ☆ میری اور آپ کی جب تک کہ ملاقات نہ تھی
گوُ میں کس روز وہ غیروں کو نہ نہلاتا تھا ☆ کب مرے حال پہ اُس بُت کی عنایات نہ تھی
ایک ہی مؤت کے ریلے میں بہے سیکڑوں گھر ☆ دیکھی اس طرح کی ہم نے کبھی برسات نہ تھی

مفت دم پر جو وہ چڑھتے تو بن آتی چرکیںؔ
خرچی بُلوانے کے قابل مری اوقات نہ تھی



کوئی ثانی نہیں مہتر مری توقیر میں ہے ☆ کس کا پاخانہ گُل اندامو‌ں کی جاگیر میں ہے
ہگ دے مریخِ فلک بھی، جو چمکتی دیکھے ☆ آبداری یہ مرے تُرک کی شمشیر میں ہے
ہے یقیں گانڑ کے رستے سے نکل جائیگا دم ☆ مبتلا شیخ اب اس درجہ بواسیر میں ہے
قصرِ قیصر میں بھی اے یار نہ ہوگا ہرگز ☆ جو کہ عالم ترے پاخانے کی تعمیر میں ہے
ہگ دے مجنوں بھی، یقیں ہے، جو اُٹھائے یکبار ☆ بوجھ بھاری یہ مرے پاؤں کی زنجیر میں ہے
اُس پری رُو کے ہوا دل میں نہ اِک بار اثر ☆ عالمِ گوزِ شتر نالۂ شب گیر میں ہے

جو کہ سنتا ہے وہ بیساختہ ہنس دیتا ہے
عالم اب گوز کا چرکیںؔ تری تقریر میں ہے



جو وہ پاخانہ دیکھے قصرِ شیریں کوہکن بھولے ☆ گھسے گانڑ آ کے ہاں، سر پھوڑنا سب تیشہ زن بھولے
ہگوڑا غیر سگ سیرت تھا، ہگ ہگ کر مُوا آخر ☆ دیا اسکو نہ گُو کے پوتڑے کا جو کفن بھولے
نے گر نام مجھ دیوانے کا، دہشت سے ہگ مارے ☆ لگے گُو تھاپنے قیس اپنا سب دیوانہ پن بھولے
چراغِ غول سمجھے چھوت گُو کا دشتِ وحشت میں ☆ جو دیکھے کیچوے صحرا میں مارِ راہ زن بھولے
پھٹی گانڑ اُنکی میرے نالۂ رنگیں کو سنتے ہی ☆ ہوئے رو دُم دبا کر، نالے مرغانِ چمن بھولے
لگے گُو تھاپنے اے بُت نہ دے گوبر کا وہ چوکا ☆ جو دیکھے تیرا پاخانہ، کلیسا برہمن بھولے
ہماری سی کرے گر سینہ کاوی اے بتِ شیریں ☆ چرے گانڑ ایسی ساری تیشہ رانی تیشہ زن بھولے
ہگے کو اپنے بلّی کی طرح مُمسِک چھپاتے ہیں ☆ نہ اُنکی صورتِ مسکیں پہ دُزدِ نقب زن بھولے
رقیبوں کی لڑاتے آنکھ ہم سے دُپڑ پاتی ہے ☆ لگایا تھوک ایسا گانڑ میں سب بانکپن بھولے

جو کھودے یار کے سنڈاس میں تُو قبر چرکیں کی
قیامت تک نہ وہ احساں ترا اے گورکن بھولے



چرکیں اُگلتی مجھ سے جو ناکام کے لئے ☆ اِک نام ہوتا یار کی صَمصَام کے لئے
حاجت جو اُس نگار کو استنجے کی ہوئی ☆ آنکھوں کے ڈھیلے عاشقِ بدنام کے لئے
محتاج ہو کے گھر میں امیروں کے تُو نہ جا ☆ دربار گانڑ پھاڑیں گے انعام کے لئے
اس بات پر عمل کرو کروالو شیخ جی ☆ حُقنہ بہت مفید ہے سرسام کے لئے

چرکیں نے پائخانے میں کی اپنی بود و باش
گوشہ نہ جب ملا کوئی آرام کے لئے



کس طرح صاحب کو پھرا‌ے بندہ پرور چاہئے ☆ گانڑ میں یاں گو نہیں ہے، آپ کو زر چاہئے
غیر کہتے ہیں کہ جان و مال تو کیا چیز ہے ☆ گانڑ تک حاضر ہے لیجے، آپکو گر چاہئے
دشمنِ بدگو کے منھ پر تو بڑا گوُ کا چڑھا ☆ ایسے کو ایسی سزا اے ماہِ پیکر چاہئے
جان دی ہے ہم نے اِک مہتر پسر کے عشق میں ☆ اپنی مرقد پر گلِ آدم کی چادر چاہئے

رکھ کے استنجے کا ڈھیلا سر تلے، گھورے پہ لیٹ
تجھکو اے چرکینؔ کیا بالیں و بستر چاہئے



اس درجہ پائخانۂ جاناں بلند ہے ☆ سنڈاس جسکا چرخِ بریں سے دوچند ہے
کرتا نہیں ہے پُوں کبھی رندوں کے رُوبرو ☆ دہشت کے مارے شیخ کا یہ گوُز بند ہے
عاشق ہوں، گوُ بھی اس بُتِ شیریں کلام کا ☆ نزدیک اپنے شہد ہے، مصری ہے، قند ہے
بیمار جو ہوا کسی سُفرے کے عشق میں ☆ حُقنہ کمال اُسکے لئے سُودمند ہے
جس نے سنی ہے اس بُتِ خوش گپ کی گفتگو ☆ گوُزِ شتر سمجھتا وہ ناصح کی پند ہے

چرکینؔ کی قدر کچھ نہیں، لیتے ہیں کھاد مول
ہے سچ مثل کہ خلق بھی مُردہ پسند ہے



دردِ دل کی مرے چرکینؔ دوا لائے کوئی ☆ پائخانے تلک اُس بُت کو لگا لائے کوئی

مرغِ زرّیں ہے پٹھکل یار کے پاخانے کا ☆ یاں تک اُس سونے کی چڑیا کو اُڑا لائے کوئی

غیر بکتا ہے تو بکنے دو، وہ گُو کھاتا ہے ☆ ایسے کوُنی کا سخن دھیان میں کیا لائے کوئی

زَر تو کیا گاز تلک بھی نہ کریگا وہ عزیز ☆ شکل لیلیٰ کی جو مجنوں کو دکھا لائے کوئی

آمدِ حیض ہے، اُس رشکِ چمن کی گدّی ☆ پھاڑ کر دامنِ گُل جلد بنا لائے کوئی

زمزمے سن کے مرے بند ہیں مرغانِ چمن ☆ ان کو تھوڑی سی کرم جا کے کھلا لائے کوئی

دردِ سر کا یہی چرکینؔ کے بہتر ہے علاج
اس کا گُو تھوڑا سا صندل میں ملا لائے کوئی



ترا مریض یہ گُو میں خراب رہتا ہے ☆ کہ جس سے مہتروں کو اجتناب رہتا ہے

مروڑے پیٹ میں میرے ہی کچھ نہیں اُٹھتے ☆ کمر کو آپ کی بھی پیچ و تاب رہتا ہے

فلک شکوہ ہے اے بُت وہ تیرا پاخانہ ☆ بجائے طشت جہاں آفتاب رہتا ہے

نظر پڑی تری اے یار جب سے مُوت کی بوند ☆ ذلیل آنکھوں میں دُرِ خوش آب رہتا ہے

ملا ہے سارے زمانے سے تیرا قازورہ ☆ ہمیں سے تجھ کو مگر اجتناب رہتا ہے

پڑا جو رہتا ہے چرکینؔ اس کے کوچے میں
حلال خوروں پہ اکثر عتاب رہتا ہے



سوائے رنج کچھ حاصل نہیں اے دل رُبا تجھ سے ☆ وہ گُو کھاتے ہیں جو رکھتے ہیں اُمیدِ وفا تجھ سے
نہ ہوتا وصل کی شب میں نہ کیونکر وہ خفا تجھ سے ☆ ہگا بستر پہ اُس گل کے، ہوئی چرکیں خطا تجھ سے
نہ پائی اِک دن ہگنے کی اجازت تیرے کوچے میں ☆ نہ اتنی بھی کبھی اپنی ہوئی حاجت روا تجھ سے
نہیں محفل میں بھی اے شوخ تجھ کو گانڑ پر قابو ☆ نکل جاتی ہے، رک سکتی نہیں اتنی ہوا تجھ سے

مثالِ گُوز پاخانے سے باہر نکلا پڑتا ہے
کہے چرکین کیونکر اپنے دل کا مدّعا تجھ سے



کچھ ان دنوں یہ یار سے قاذورہ ملا ہے ☆ پادا بھی اگر اس نے ہے، تو ہم سے کہا ہے
برسوں ترے بیمار نے کہتے ہیں ہگی ہینگ ☆ تپ مؤت گئی، اب کوئی دو دن میں شفا ہے
نالوں سے مرے پادتے پھرتے ہیں چمن میں ☆ سو مرتبہ گُو بلبلوں کے منہ میں دیا ہے
مے پیتا ہے، پیشاب سے داڑھی بھی منڈائے ☆ گُو کھانے میں اب شیخ کے کیا باقی رہا ہے
کوچہ ترا اے رشکِ چمن دیکھا ہے جب سے ☆ سیرِ گل و گلزار پہ پیشاب کیا ہے
جب غیر نے دیکھا ہے مجھے، رعب سے میرے ☆ ہگ مارا ہے پاجامے میں اور مؤت دیا ہے
قاذورہ مرا دیکھ کے یہ بولے اطبّا ☆ غم کھایا بہت بند اِسے ہیضہ ہوا ہے
گُو کھاتا ہے وہ، گالیاں کھاتا نہیں تیری ☆ یہ غیر اگھوری نہیں اے جان تو کیا ہے

سدِّ رہِ دیوارِ صنم جو ہوئی خندق
چرکین نے ہگ ہگ کے اُسے پاٹ دیا ہے



ترشوا کر گلِ نسرین و سمن پتھر کے ☆ اُس نے پاخانے میں بنوائے چمن پتھر کے
اے فلک زیرِ زمیں اُنکی پھٹی جاتی ہے گانڑ ☆ ڈھیر جن مُردوں پہ ہیں سیکڑوں من پتھر کے
نسبت اُن ہونٹوں سے دینا اُنھیں، گُو کھانا ہے ☆ سب سمجھتے ہیں کہ ہیں لعلِ یمن پتھر کے
پرسشِ روزِ جزا سے نہیں خطرہ انکو ☆ دل مگر رکھتے ہیں دُزدانِ کفن پتھر کے
کیا کریں تجھ سے بھلا گُفت و شنید اے چرکیں
اِن بُتوں کے ہیں لب و گوش و دہن پتھر کے



دور بھاگیں اِس ہوا سے، کہہ دو قومِ عاد سے ☆ ہو گئے ہیں گھر کے گھر برباد اپنے پاد سے
اے فلک، بیداد اتنی بھی غریبوں پر نہ کر ☆ گانڑ کُھجلایا کرے تا چند کوئی داد سے
وقتِ مشکل کے نکلتا ہے دِلا ہمدم سے کام ☆ آئے افیونی کو غائط ڈھکے کی امداد سے
دامنِ کُہسار کو ہگ ہگ کے آلودہ کرے ☆ بیستوں پر سامنا کیجے اگر فرہاد سے
سُرخ پوشی کا اگر ہے شوق اے چرکیں تجھے
خونِ حیضِ دُخترِ رز کم نہیں ہے گاد سے

○

کریں گے بحث جو ہم شعر کے اُصولوں کی ☆ تو ہوگی گانڑ غلط سارے بوالفضُولوں کی
نوازگنج میں میلا ہے آج گوگا کا ☆ ہنڈولے گڑتے ہیں تیاریاں ہیں جھولوں کی
چمن میں جا کے جو یاد آئی اسکے گوز کی بُو ☆ ذرا دماغ کو بھائی نہ باس پھولوں کی
کیا جو بوسہ طلب، بولے گُو نہ کھاؤ زیاد ☆ قبول بات نہیں ہمکو ناقبولوں کی
یہاں اُگا نہیں چرکیںؔ ہمارا نخلِ مراد
وہاں ابھی سے ہیں تیاریاں بسُولوں کی

○

کرتے ہیں بہت صحبتِ دلدار میں گرمی ☆ گھُس جائیگی سب مقعدِ اغیار میں گرمی
گُوگل تو نہ کھائے ہو بواسیر کی خاطر ☆ رہتی ہے جو نبضِ بُت، عیار میں گرمی
ہگ دیتے ہیں سُن سُن کے زمانے کے جُلت رنگ ☆ کرتا ہوں زنانوں سے جو بازار میں گرمی
گُوزاک کے آزار سے برسوں ہی ہگی ہینگ ☆ کیا قہر کی تھی مقعدِ اغیار میں گرمی
گُو اچھلے گا اس درجہ کہ اُٹھ جاؤ گے جل کر ☆ کرتے ہو بہت بیٹھ کے دو چار میں گرمی
چرکیںؔ نہ جلی پھُسکیاں میخانے میں مارو
چڑھ جائیگی مغزِ بُتِ میخوار میں گرمی

○

مُنشی کچھ نہیں، یہ نسخۂ معجونِ عنبر ہے ☆ دہی اُپلے ملا کر شیخ جی کھا لو تو بہتر ہے
نہ کیونکر پادنے میں غیر حلقے گانڑ سے چھوڑے ☆ نہیں گانڑ اُسکی آتش بازی کی گویا چھچھوندر ہے
سڑی تشبیہہ ہے، کیا بُوئے زلفِ یار سے دوں میں ☆ جسے کہتے ہیں سب عنبر، حقیقت میں وہ گوبر ہے
بدی میری نہ کر تو دوست سے دشمن سمجھ جی میں ☆ برا کہنا کسی کو اور گُو کھانا برابر ہے
رقیبِ مُبتذل کی کھیلتی ہے گانڑ گنجیفہ ☆ یہاں پچیسی آکر کھیلتا جب ہم سے دلبر ہے
پلا کر مینگنی خرگوش کی حُقّے میں اے رندو ☆ پداؤ شیخ افیونی کو وہ گیدی بڑا خر ہے
وہ بازی شہ کی سڑ جاتی ہے چرکیں کے نصیبوں سے
جو بازی بوسہ بازی کھیلتا جاناں سے چوسر ہے



بیت الخلائے یار ہے، روزِ سعید ہے ☆ نظّارۂ جمال ہے، چرکیں کو عید ہے
دستوں پہ دست آتے ہیں، بجھتے ہیں پوتڑے ☆ اس حال میں نہ آؤ، یہ تم سے بعید ہے
دشمن کی گفتگو پہ عمل کیجئے نہ آپ ☆ جھوٹا ہے، مُفتری ہے وہ، گُونی پلید ہے
پھولے نہیں سماتے ہیں گلچیں و باغباں ☆ آئی بہار، کھاد کی ہوتی خرید ہے
دیکھا جو ماہِ نو کو فلک پر تو یہ کھُلا ☆ بیت الخلا کے قفل کی اسکے کلید ہے
غیرِ نجس نہ آتشِ فرقت سے کیوں جلے ☆ کچھ اس میں شک نہیں ہے کہ تاری یزید ہے
دیتا ہے گالیاں، کبھی کہتا ہے گُو نہ کھا ☆ اِک بوسہ مانگنے پہ یہ گفت و شنید ہے
سوجی ہیں آنکھیں رو رو کے سُفرے کے عشق میں ☆ گُو کا ضماد ایسے وَرَم کو مفید ہے
آمد ہے خونِ حیض کی، بنتی ہیں گدّیاں ☆ گودڑ کی لعل سے بھی زیادہ خرید ہے
بیراگی اُسکی پنجہ ہے، کشتی ہے ٹوکرا
چرکین گوگا پیر کے گھر کا مرید ہے



صاحب کی بے وفائی سے خطرہ نہیں مجھے ☆ تم پھر گئے تو پھر گئے، پروا نہیں مجھے
ہاتھوں سے بے زری کے ہوا ہوں یہ تنگ دست ☆ اب قُوتِ لا یمُوت بھی ملتا نہیں مجھے
ناصح یہ گفتگو تری بیجا ہے، گو نہ کھا ☆ اُڑ پاد، یاں سے دور ہو، بھڑکا نہیں مجھے
آلودہ ہوں نجاستِ دنیا میں رات دن ☆ کیا قہر ہے کہ خطرۂ عقبیٰ نہیں مجھے
کڑوی لگے نہ آپ کو کیوں تُرش گفتگو ☆ مرغوب میٹھی بات ہے، صَفرا نہیں مجھے
لُوطی ہوں، بچہ باز ہوں، مقعد سے کام ہے ☆ او بحرِ حُسن خواہشِ دریا نہیں مجھے

دل دے کے اُس پری کو جو گو تھاپتا پھروں
چرکیں تمہاری طرح سے سودا نہیں مجھے



جائے آرام ہے چرکیں تو وہیں تھوڑی سی ☆ کسی کھُڈّی میں جو مل جائے زمیں تھوڑی سی
جوہری کہتے ہیں دیکھ اُس کے لبِ لعلیں کو ☆ ہینگ ہگوائے گا ہم کو یہ نگیں تھوڑی سی
گُو میں نہلایئے غیروں ہی کو غصّہ ہو کے ☆ ہے بہت اپنے لئے چینِ جبیں تھوڑی سی
روک کر گھوڑے کو اسنے مری تربت پہ کہا ☆ لید کرنی ہو تو کر لے تو یہیں تھوڑی سی
ہاتھ لگ جائے تو پارے کی طرح سے ماریں ☆ ہمکو دے ڈالے اگر کوئی حسیں تھوڑی سی
قبضِ اَبنائے زمانہ کو ہوا ہے یاں تک ☆ گھِس لگانے کو کہیں کھاد نہیں تھوڑی سی
کبھی چُومُوں، کبھی چاٹوں، کبھی آنکھوں سے لگاؤں ☆ صاف سی گانڑ جو مل جائے کہیں تھوڑی سی
پھُسکیاں ماریئے ایسی کہ سڑا دیجے دماغ ☆ دے جگہ ہم کو جو وہ اپنے قریں تھوڑی سی
کوئی دم مجھ سے بداختر کی بھی لینڈی تر ہو ☆ مہربانی کرے وہ ماہ جبیں تھوڑی سی

اُچھلے کس طرح نہ گُو زیرِ فلک اے چرکیں
ہگنے والے ہیں بہت اور زمیں تھوڑی سی



صحتِ جاں سے تری تن میں مرے جاں آئی ☆ گوز سے بوئے گُل و سُنبل و ریحاں آئی
قبر پر آ کے بھی اُس بُت نے نہ مُوتا افسوس ☆ کام کچھ اپنے نہ مرگِ شبِ ہجراں آئی
نا گوارا ہوئی گُلگشتِ چمن کی تکلیف ☆ سر پھرانے تجھے اے سروِ خراماں آئی
گانڑ کی راہ گئی قبض سے جاں شیخ کی پر ☆ لینڈی سُفرے سے نہ باہر کسی عنواں آئی
نظر آنے لگا سُنبل ہمیں پادا پوٹی ☆ یاد گلشن میں جو وہ زُلفِ پریشاں آئی
مارے دہشت کے نکل جائیگا دم گانڑ کی راہ ☆ تُو مرے سامنے گر اے شبِ ہجراں آئی

گو اُچھالے گا، سڑی ہوگا، چُنے گا تنکے
وہ پری گھر میں جو چرکیںؔ کے مہماں آئی



جس نے بُو سونگھی کبھی اُس کے گُلِ رُخسار کی ☆ پاد کی بُو اُسکے آگے بُو ہے پھر گلزار کی
میرے آگے چل نہ اے کبکِ دری، بس گو نہ کھا ☆ یاں کُھبی ہے دل میں چال اِک سروِ خوش رفتار کی
وصل کا کرتا ہے وعدہ مجھ سے جب وہ بحرِ حُسن ☆ گانڑ پھٹ کر حوض ہو جاتی ہے تب اغیار کی
کیا کہوں، کیسی شرابِ عشق ہے ساقی کڑی ☆ جس کو پیتے گانڑ پھٹتی ہے ہر اک میخوار کی
خرمنِ گُل باغ میں کہتا ہے جس کو باغباں ☆ لید اُسکو جانتا ہوں میں سمندِ یار کی
عشق میں سُفرے سے مرتا ہے ترے، چل اُسکو دیکھ ☆ ہگتے ہگتے غیر حالت ہے ترے بیمار کی
مُوتتے اُس قاتلہ کو دیکھ کر میں مر گیا ☆ مُوت کی بھی دھار گویا دھار تھی تلوار کی
بزمِ رنداں میں جو آئے شیخ پھاڑیں اسکی گانڑ ☆ دھجیاں میکش اُڑائیں جُبّہ و دستار کی

باغ گھورا سا نظر آتا ہے اُسکی آنکھ میں
سیر جو کرتا ہے اے چرکیںؔ کوئے یار کی



پاسبانی چاہیے ☆ مال و دولت نے مجھے کشورستانی چاہیے
کس کو اب ساقی شرابِ ارغوانی چاہیے ☆ حیض کے خوں سے ہے بدتر یہ فراقِ یار میں
شیخ جی کو گانڑ مستوں سے مرانی چاہیے ☆ مُچل مٹے مقعد کی، کم ہو خُرمُل و خُرمُل کا دور
خاک میں مل جائے سَرِ وِ بوستانی چاہیے ☆ دیکھے استادہ جو لینڈی تیری اے بالا بلند
یہ نہیں تجھ کو مرے محبوب جانی چاہیے ☆ گانڑ ملنے میں چرانا عاشقِ دل خستہ سے
گوز کے صدمے سے پھٹ جائے میانی چاہیے ☆ گر یہی رفعِ حدث ہے شیخ جی تو ایک دن

صحبتِ ہم جنس با ہم جنس ہوتی ہے بَرآر
تم کو معشوقہ بھی چرکیںؔ مہترانی چاہیے



گل ہر اِک باغ میں رشکِ گلِ آدم ہو جائے ☆ شوقِ گلگشت کا چرکیںؔ کو جس دم ہو جائے
اپنی ہر بیت میں پاخانے کا عالم ہو جائے ☆ جا کے گھوڑے پہ کریں گُو کے جو مضموں موزوں
شیخ کی گانڑ نہ کیوں غیرتِ خاتم ہو جائے ☆ بے بہا اکیس جڑے جاتے ہیں نگ سُدّوں کے
جس سے خُلطہ تجھے اے قاتلِ عالم ہو جائے ☆ اور بھی اسکو پڑے گانڑ کلیجے جھگڑا
پانی پانی ہو گُہر، قطرۂ شبنم ہو جائے ☆ دیکھ لے اُس گلِ خوبی کی جو پیشاب کی بوند
پھبتی پنجے کی نہ پنجے پہ مُسلّم ہو جائے ☆ چوڑیاں کانچ کی ہاتھوں میں پہنتا ہے وہ شوخ

نام اگر چاہے تو مِل جھک کے ہر اِک سے چرکیںؔ
قدِ خم گشتہ ترا حلقۂ خاتم ہو جائے



پیا ہے مُوت جو چرکیںؔ شراب کے بدلے ☆ گزک بھی لینڈیوں کی کھا کباب کے بدلے
ہریسہ نکلے گا اس مہ کی دیگِ قشری کا ☆ طبق ہو مہر کا، غوری کے قاب کے بدلے
ہمیشہ شیخ سے یہ گفتگو ہے رندوں کی ☆ لگاؤ داڑھی میں نورا خضاب کے بدلے
ہگے ہی دیتے ہیں عُشاق مارے خطرے کے ☆ نظر جب آتے ہیں تیور جناب کے بدلے
رہے گا موج پر گر یوں ہی مُوت کا دریا ☆ ترے گی کشتیِ گردوں حُباب کے بدلے
رہیں گے یوں ہی .گراں مُغ بچوں کے گنز غمزے ☆ پیوں گا گھونٹ کے سبزی شراب کے بدلے

مریضِ عشق کا خط پڑھ کے اُس نے اے چرکیںؔ
جواب نامہ لکھا ہے جواب کے بدلے



قول ہیں دامِ محبت کے گرفتاروں کے ☆ گانڑ پھٹ جائے جو غمزے سہے دلداروں کے
ہجر میں نرگسِ بیمار کے آنکھوں میں مری ☆ غنچۂ گُل نہیں قارورے ہیں بیماروں کے
سرِ بازار چُرا گانڑ کھِسک جاتے ہیں ☆ سُور چڑھتے نہیں منھ پر تری تلواروں کے
ترے عُشاق کو دِکھلاتے ہیں عُریاں تجھکو ☆ کیا ہیں روزن ترے پاخانے کی دیواروں کے
اس قدر خطرۂ صیاد سے ہگ ہگ مارا ☆ گُو سے لتھڑے ہیں قفس سارے گرفتاروں کے
بُلبُلیں جمع ہیں گلزار سمجھ کر اسکو ☆ پھول گُھورے پہ پڑے ہیں جو ترے ہاروں کے
جب سے رشکِ گلِ لالہ ترا سُفرا دیکھا ☆ داغِ دل ہوتا ہے نظّارے سے گلزاروں کے
شربتِ دَردْ جو پی کر وہ ہگیں، پائیں شفا ☆ جو ہیں بیمار ترے پھول سے رُخساروں کے

شہر میں پھرنے سے چرکیںؔ کے یہ خطرہ ہے
گُو سے پٹ جائیں نہ رستے کہیں بازاروں کے



عجب تماشا ہو چرکیں بہار کے بدلے ☆ جو پھسکی شیخ جی چھوڑیں انار کے بدلے
چمن میں گل کی جگہ پر پڑے ہیں گو کے ڈھیر ☆ دکھائی دیتے ہیں کوے، ہزار کے بدلے
پڑا ہے گو میں وہ لت پت، کسی نے اے گلرو ☆ نہ پوتڑے بھی ترے غمگسار کے بدلے
بڑھا دو شوق سے پشموں کو شیخ جی صاحب ☆ منڈاؤ داڑھی کو موئے زہار کے بدلے
ہماری ہگنے میں نکلی ہے جان گانڑ کی راہ ☆ ضرور کھڈی میں رکھنا، مزار کے بدلے
کہے گی دیکھ کے کیا خلق شیخ جی صاحب ☆ گلے میں جوتیاں پہنو نہ ہار کے بدلے
اُٹھاتے منھ سے ہو ناحق نقاب، ہٹ کے سڑو ☆ دکھاؤ گو بھرا سُفرا عِذار کے بدلے
کرے گا سامنا کیا پادنے میں شیخ اپنا ☆ جو شرط چاہے تو وہ ہاتھ مار کے بدلے

جو ہم امیروں کی ڈیوڑھی پہ جاتے ہیں چرکیں
خواص روکتے ہیں چوبدار کے بدلے



نجس کون سا وارِدِ لکھنؤ ہے ☆ جدھر دیکھتا ہوں، اُدھر گو ہی گو ہے
پھٹی شیخ کی، ڈر سے رندوں کے، ایسی ☆ نہ ٹانکوں کا موقع نہ جائے رفو ہے
ہزاروں ہیں مہتر پسر تک پری رُو ☆ پرستاں جسے کہتے ہیں لکھنؤ ہے
ترے ہجر میں مجھ کو اے سروِ رعنا ☆ بدر رَو سے بدتر ہر اِک آبِ جُو ہے
گیا ٹوٹ اِک گوز میں شیخ صاحب ☆ عجب پادا پُونی تمہارا وضو ہے
نہ کیوں کر ہو آپس میں پھر گو ہا چھی چھی ☆ میں نازک مزاج اور وہ تند خُو ہے
عجب کیا جو پیچش ہو موئے کمر میں ☆ وہ مرغولہ رفتار و مرغولہ مُو ہے

محبت کہاں ہے عزیزوں میں چرکیں
منی سے سفید ان سبھوں کا لہو ہے



آئی بہار، چھوٹے چمن بوم و زاغ سے ☆ وہ بھی ہوں دن، خزاں کہیں اُڑ پادے باغ سے
روشن کیا ہے بزم میں یہ کس پدوڑے نے ☆ آتی ہے بُوئے گوز جو دُودِ چراغ سے
کیا غنچہ ہو کے بلبلِ بیٹھیں گلوں کے پاس ☆ ہگنے کو باغباں کبھی نکلا جو باغ سے
جراح کا یقین ہے، سڑ جائے گا دماغ ☆ پھاہا اگر اٹھا مرے سینے کے داغ سے
شرم و حیا کو چھوڑیے، گھر اپنا جانیے ☆ ہگ لیجے بندہ خانے میں صاحب فراغ سے
کیا غیر تیرہ رُو سے چھٹے جھوٹ بولنا ☆ خصلت نہ گُو کے کھانے کی چھوٹے گی زاغ سے

نمرود سا رقیب میں چرکیں غرور تھا
دو جوتیوں میں جھڑ گیا بھیجا دماغ سے



مجھ کو اب اس حال میں کیا سیرِ گلشن چاہیے ☆ میں ہوں چرکیں میرا اک گھورے پہ مسکن چاہیے
قبض سے دھوبی کے سُفرے میں یہ لینڈی اٹکی ہے ☆ کہتا پھرتا ہے مجھے شافے کو صابن چاہیے
میں پدوڑا ہوں، مری ہے صحتِ جاں پادنا ☆ ہائے صاحب، آپ کو اتنا نہ قدغن چاہیے
ہگتے ہگتے اس پری نے مجھ کو دیوانہ کیا ☆ گُو بھرے دامن سے اب صحرا کا دامن چاہیے
پیٹ سے نکلے نہ کیونکر، گانڑ کی ہے راہ تنگ ☆ یہ وہ سُدّے ہیں کشادہ جن کو روزن چاہیے
ڈھیر اندھیری رات میں کر رکھتا ہوں میں لینڈیاں ☆ مہتروں میں نام میرا ہووے روشن چاہیے
میرے اس بُت کی سنی ہگنے میں یہ غمزہ گری ☆ شیخ پادے پنّوں سے، ہگ دیوے برہمن چاہیے
گر یہی شدّت رہی دستوں کی ہجرِ یار میں ☆ مُوت سا بہہ جائے سارا رنگ و روغن چاہیے

گُو اٹھاتے ہی اٹھاتے مَوت آنی ہے مجھے
پائخانے میں مرا چرکین مدفن چاہیے



ہووے اے چرکیں اگر بارش مرے پیشاب سے ☆ مہتروں کی ٹٹیاں بہتی پھریں سیلاب سے
گانڑ کھولے سوتے ہیں وہ خاک پر زیرِ زمیں ☆ پوتڑے سلتے تھے جن کے قاقم و سنجاب سے
کانچ ہگتے میں جو اُس گل کی نظر آئی مجھے ☆ میں نے جاناں ہے بھرا شیشہ شرابِ ناب سے
دیکھے ہگتے گر اسے پاخانے میں پیرِ فلک ☆ گانڑ پوچھے پنجۂ خورشیدِ عالم تاب سے
ہگتے میں بھی ہے جو آرائش اسے مدِ نظر ☆ چوکی منڈھوائی ہے اس نے چادرِ مہتاب سے
خوش دماغی کا کروں اُس گل کی کیا تحریر وصف ☆ گانڑ بھی ہگ کر نہیں دھوتا گلابِ ناب سے

ناتوانی نے کیا چرکیں مجھے مُورِ ضعیف
مُوت کا ریلا بھی مجھ کو کم نہیں سیلاب سے

متفرق اشعار



چاندنی کے کھیت میں ہگنے جو بیٹھا ماہرُو
لینڈ خم کھا کر ہلالِ چرخِ گردوں ہوگیا



شدّت تو دیکھئے نہ گئے ہم پولیس تک
آکر وہ پھر گئے مرے بیت الحزن کے پاس



قبضۂ تیغ پہ اک دم ترا قبضہ نہ ہوا
پادا پُونی ہے یہاں تک ترا پنجا قاتل



وہ جنتی ہے مرے جو مرض سے دستوں کے
ہے یہ ثواب تو باز آئے اس صواب سے ہم



خیالِ زلفِ بُتاں میں جو پیچ کھاتے ہیں
مروڑے ہو ہو کے پیچش کے دست آتے ہیں



چٹک چٹک کے وہ جاتی ہیں ناند کے باہر
اُڑائے دیتا ہے بھُٹوا جُوار پھُسکی سے



کسی کے پاد سے اُڑتے نہ کنکری دیکھی
اُڑائے دیتا ہے چرکیں پہاڑ پھُسکی سے



رن میں جس دم تیغ کھینچی حیدرِ کرّار نے
ہگ دیا دہشت کے مارے لشکرِ کفار نے



عبث بدنامیوں کا ٹوکرا سر پر اُٹھانا ہے
لگانا دل کا بس جھک مارنا اور گُو کا کھانا ہے

حرفِ اختتامیہ دیوانِ چرکین مرتبہ سیّد مقصود عالم مقصود رضوی پھانوی مطبوعہ ۱۲۷۳ھ (۵۷-۱۸۵۶ء)

خاتمۂ دیوان بیانِ حالِ مصنف کلامِ ظرافت انتظام میں خاکسار اضعف الآدم مقصود عالم مقصود رخشِ قلم کو میدانِ قرطاس میں رواں کرتا ہے۔ حالِ ضروری قابلِ تسطیر بیان کرتا ہے کہ اوراقِ مسوداتِ غزلیات تصنیف شاعر مزاحت آئین شیخ باقر علی متخلص چرکین مانندِ برگِ خزاں پریشان تھے۔ احباب واسطے تفریحِ روح کے ہزار جان سے خواہاں تھے۔ لہٰذا ۱۲۷۳ھ میں بہ سبب خواہشِ شائقان راقم ہیچ مدان نے اوراقِ منتشر کو عرصہ قلیل میں ردیف وار بہ ترتیب حروفِ تہجی مُدوّن کیا۔ بعد تدوین یہ گلدستۂ ظرافت دستِ شائقان میں دیا کہ وقتِ تذکرۂ جامع اوراق کو بہ ذکرِ خیر یاد فرمائیں۔ کلامِ ظرافت کو مردُمکِ چشمِ نظارہ بنائیں۔

اب ناظرین نکتہ داں آگاہ ہوں کہ قصبۂ رودولی مولدِ مصنفِ دیوان ہے۔ یہی نام و نشان ہے۔ واہ کیا خوب کلامِ عجیب ہے۔ تاریخ ولادتِ مصنف لفظِ غریب ہے۔

عرصہ پچیس برس کا ہوا کہ مصنف لکھنؤ سے بہ اشتیاقِ زیارات روانہ ہو کے جہاز پر سوار ہوا۔ اختلافِ آب و ہوا سے بیمار ہوا۔ جب مالکِ جہاز نے بیمارِ شدید پایا، جہاز سے کسی جزیرے میں پہنچایا۔ وہاں ایک انگوری باغ تھا۔ گلشنِ جناں کا داغ تھا۔ پیکِ اجل بھی ہمراز کی طرح واسطے قبضِ روح کے ساتھ آیا۔ جان راہی ہوئی۔ صاحبِ باغ نے رحم کھا کے دفن فرمایا۔

قطعہ تاریخ

جو شہرِ لکھنؤ میں چھپ گیا دیوان چرکیںؔ کا
لطافت میں ہر اِک صفحہ دُرِ مضموں کا مَعدن ہے
ہوئے احباب اے مقصودؔ جب تاریخ کے سائل
کہا ہم نے "جدھر دیکھا گلِ آدم کا خرمن ہے"

۱۲۷۳ھ

قطعہ تاریخ از میر یار علی صاحب متخلّص بہ جانؔ صاحب

گلِ آدم نے ہر اِک صفحہ کو گلشن بنایا ہے
ہوا ہے شہد سے شیریں تئے آئین کا نسخہ
عجب تاریخ یہ گوہیل کہی ہے جانؔ صاحب نے
"سُنا بی جان باجی گل چھپا چرکیںؔ کا نسخہ"

۱۲۷۳ھ

قطعہ تاریخ از جیت رام، کاتبِ دیوان

چو گشتہ ختم از کلکِ روانم
ظرافت زا کلامِ ضحک آئین
برائے سالِ طبعش فکر کردم
سروشِ دل بگفتا "نظم چرکین"

۱۲۷۳ھ

فرہنگ دیوانِ چرکین

(ا)

آب جو : چشمہ، ندی، نالہ، نہر

آب دست : پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد پانی سے دھونا، طہارت، پاکیزگی جو پانی سے کی جائے۔

ابرِ نیساں : وہ ابر جو موسمِ بہار یعنی ستمبر میں برستا ہے۔ مشہور ہے کہ اس سے سیپی میں موتی، کیلے میں کافور، بانس میں بنس لوچن اور سانپ میں زہر مہرہ بنتا ہے۔

اِبرار : پاک ہونا

اَپھرے : معدہ بھرا ہوا، پھولا ہوا

اِجتناب : پہلو بچانا، پرہیز کرنا، بچاؤ، علیحدگی

اَخباری : شیعوں کا ایک فرقہ جو علماء کی تقلید نہیں کرتا۔ اخبار سے متعلق

اِدرار : پیشاب جاری ہونا، بار بار پیشاب ہونا۔

اَدّن پدّن : لغوی معنی بے ہودگی، بدتمیزی۔ اسکا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اگر بچوں کے کھیلنے میں کوئی ریاح خارج کر دیتا ہے تو سب چُپ ہو جاتے ہیں اور اَدّن پدّن کہنے کے بعد جو پہلے بول دیا، کہا جاتا ہے کہ اُسی نے ریاح خارج کی ہے۔

اَدھر : معلّق، وہ چیز جو کسی پر ٹکی نہ ہو، زمین سے الگ بے سہارا۔

ارغوان : سُرخ اور نارنجی رنگ، ایک پودا جس کے پھل اور پھول خوبصورت لال رنگ کے ہوتے ہیں انگریزی میں اُسے ARBOR JUDAEA کہتے ہیں۔

آز : حرص، طمع، لالچ

اَژدر : سانپوں کی ایک قسم اجگر یا اژدہا۔

اِستبرا : بری ہونے کی خواہش، پاکی چاہنا

اُستخوان : ہڈی، ہاڑ، گُٹھلی

اِستمنا : منی خارج کرنے کی خواہش، منی خارج کرنا۔

اَسفل : نہایت نیچا، انتہا کا ذلیل، ادنیٰ، کمتر

اسفندیار : ایران کے ایک بادشاہ کا نام۔

اِسہال : پتلا پاخانہ، دست، پیٹ چلنا

آشام : پینے والا (مرکبات میں استعمال ہوتا ہے، جیسے مے آشام، خوں آشام)

اَشہب : ہر کالی چیز جس میں سفیدی زیادہ ہو، سیاہ رنگ کا گھوڑا جس میں سفیدی غالب ہو۔

اِغلام : لونڈے بازی، لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنا۔

اَغیار : غیر کی جمع، اجنبی، بیگانے، دشمن، عدو، رقیب

افراسیاب : توران کے ایک بہادر بادشاہ کا نام

اَفگار : زخمی، مجروح، گھائل

اَفعی : ناگ، ایک قسم کا نہایت زہریلا سانپ۔

اَگھوری : اگھور پنت کا فرد، لالچی، پیٹو، ہندو فقیروں کے ایک فرقے کا نام جو صرف شیوجی کو مانتے ہیں اور ہر چیز یعنی نجاست تک کو کھاتے پیتے ہیں انکے نزدیک کوئی چیز ناپاک نہیں ہے۔ غلیظ، پلید، ناپاک

آلت : عضوِ تناسل، ہتھیار، اوزار۔

اِمساک : کنجوسی، رُکاوٹ، روک، دیر سے انزال ہونا۔

اَملتاس : ایک بڑا درخت جسکی لمبی پھلی جلاب کے کام آتی ہے۔انگریزی میں INDIAN LABURNUM کہتے ہیں۔

اَنت : تُو ایک مَرد

آندھی روگ : مصیبت آفت

اِنفعال : شرمندگی یا شرمندہ ہونا۔

(ب)

بالیں : تکیہ، سرہانا، پائنتی کی ضد

بانکا : ٹیڑھا، ترچھا، البیلا، رنگیلا، چھبیلا، لچا، شہدا، بے باک، دلیر

باؤ : ہوا، باد، گھمنڈ، غرور، گوز، پاد

باؤ پر آنا : مغرور ہونا

باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا : نہایت اترانا، بے حد ناز سے چلنا، جلد باز ہونا

بُٹنا : اُبٹنا کا مخفف، اُبٹن، غازہ

بَدرَرو : پانی نکلنے کی نالی، نابدان

بَرآر : زرخیز، بارآور، باہر لانے والا

بُرّاں : کاٹنے والا، تیز

بَرشکال : برسات، بارش، برکھا

بَرَن : شکل، روپ، سراپا، لباس، کسی کے جسم کی سر سے پا تک تعریف

بُستاں : بوستاں کا مخفف، باغ، پھلواری، باغیچہ

بَل بے : واہ رے، اُف رے، کلمۂ استعجاب و تحسین

بنتِ عنب : انگور کی بیٹی مراد شراب

بَنڑ بلا : جنگلی سؤر

بَول : پیشاب، یا مُوت

بُوم : اُلّو، ایک پرندہ جو منحوس مشہور ہے اور ویرانوں میں رہتا ہے۔

بھانویں : نزدیک، اثر، خیال، توجہ، چاہے، حساب یا لیکھے

بھڑ مل : مسخرہ، بے شرم، بے حیا، بھڑوا

بھسمنت : وہ چیز جو بھسم ہو گئی ہو، جل کر خاکستر ہونا، فنا ہونا، جلی ہوئی راکھ

بہمن : اسفند یار کا بیٹا، چالاک، ذہین

بے پیر : بے درد، بے رحم، سنگ دل، بے مہر، بے کمال

بیت الحزن : غم خانہ، مجازاً عاشق کے رہنے کی جگہ۔ وہ حُجرہ جہاں بیٹھ کر حضرت یعقوبؑ فراقِ پسر یعنی حضرت یوسفؑ کے لئے رویا کرتے تھے۔

بیراگی : ہندو فقیروں کی چھڑی، وہ ہندو مرد جو تارک الدنیا ہو۔

بے ستون : ایران کا ایک پہاڑ جسے فرہاد نے کھود کر اپنی معشوقہ شیریں کے لئے جوئے شیر نامی نہر نکالی تھی۔

(پ)

پا بگل : کیچڑ یا دل دل میں پھنسا ہوا، گرفتار قیدی، بے بس، حیران

پچیسی : چوسر کا کھیل جس میں پانسوں کی جگہ سات کوڑیاں استعمال ہوتی ہیں۔

پاداپونی : ناتوان، نازک، کمزور، نحیف

پادالون : کالا نمک

پری خواں : بھوت پریت اتارنے والا، حاضرات کا عمل کرنے والا

پستہ دہن : ذلیل، کمینہ، نیچا

پشمِ خایہ : موئے زہار، جھانٹ، بے حقیقت، حقیر، ذلیل، رذیل

پشکل : چوہے، بکری وغیرہ کی مینگنی۔

پلیت : گندہ، ناپاک، پلید (پریت سے بگاڑا ہوا) جن بھوت

پلید : نجس، ناپاک، گندہ، بھوت پریت

پوتڑا : وہ کپڑا جو بچوں کی نجاست کے واسطے احتیاطاً اُنکے چوتڑوں کے نیچے رکھا جاتا ہے تاکہ پیشاب یا پاخانہ اُسی پر گرے۔

پوچ : لغو، بیہودہ، مہمل، ذلیل، حقیر، پاجی، کمینہ، نیچ (کنایتاً) احمق، فضول بکنے والا

پولا : گھاس یا پھوس کا گچھا

پھٹکی : گانٹھ، گرہ، گٹھلی، جمے ہوئے خون یا پیپ کا چھوٹا ٹکڑا جو پیخانے یا کھنکھارنے کے ساتھ نمودار ہو۔

پھُسکی : کم آواز کا پاد، پاد کی ہلکی آواز

پھلکڑا : ہتھیار کا پھل، چاقو، تلوار یا برچھی وغیرہ کا وہ حصہ جو دستہ یا قبضہ کے علاوہ ہوتا ہے۔

پھلا : تلوار کی نوک یا انی

پیخال : بیٹ، پرند کا فضلہ

پیک : قاصد، پیامی، ہرکارہ، نامہ بَر، چٹھی رساں

(ت)

تاک : انگور کی بیل، نگاہ، ٹکٹکی، گھات

تبرّا : نفرت، بیزاری، لعن طعن

تپ کا موت جانا : بخار اُتر جانے کے بعد ہونٹوں پر چھالے پڑنا، بخار اتر جانے کی علامت کا ظاہر ہونا۔

تِرنا : کسی چیز کا پانی پر تیرنا، اُبھرنا، اوپر آنا، ظاہر ہونا

تریاک : تریاق، زہر کی دوا، (اصطلاحاً) افیون

تُفنگ : ایک لمبی نالی جس سے پھونک کے ذریعہ تیر یا کنکر پھینکتے ہیں۔ ہوائی بندوق، توڑے دار بندوق، توپ

تِکّا : گوشت کا ٹکڑا، لمبی یا پتلی بوٹی، لوتھڑا

تُل : برابر، یکساں، اُردو میں تنہا مستعمل نہیں ہے۔ تُل کی ترازو۔ ترازو جس کے ایک پلّے میں آدمی بٹھاتے ہیں اور دوسرے میں اُس کے ہم وزن غلّہ یا کوئی دوسری چیز خیرات کے واسطے رکھتے ہیں۔

تُل بٹھانا/بیٹھنا : ایسا سیدھا بیٹھنا کہ کسی طرف جھکاؤ نہ ہو، ہموزن ہو کر بیٹھنا مستعد ہونا

تمامی : ایک قسم کا ریشمی کپڑا، کُل، تمام، تکمیل، انجام، آخر

توبڑا : وہ ٹاٹ یا چمڑے کا تھیلا جسمیں گھوڑے کو کھانا کھلاتے ہیں۔

توبڑا چڑھانا : سخت سزا دینا

تُوسَن : گھوڑے کا بچہ جو تند خو اور شوخ و سرکش ہو۔

(ث)

ثُور : بَیل، نرگاؤ، آسمان کا دوسرا بُرج جو بشکلِ گاؤ ہے۔ انگریزی میں TAURUS کہتے ہیں

(ج)

جامِ شرنگ : نہایت کڑوا جام

جُگت : لطیفہ، تلازمہ، طنز، دلیل، تجویز، چالاکی، ہوشیاری، اُستادی، کاریگری

جُگت رنگ : لطیفہ گوئی، بذلہ سنجی، ضلع بازی

جُلاّب : ایسی دوا جس سے دست آئیں، مُسہل، دست آور دوا، عربی میں اس کے معنی ماء الورد کے ہیں اور یہ فارسی لفظ ''گلاب'' کا معرّب ہے یعنی گُل کا پانی۔ انگریزی لفظ JULEP بھی اسی فارسی اور عربی الفاظ سے نکلا ہے

جلَو خانہ : صحن، آنگن، پورچ، ڈیوڑھی، وہ میدان جو صدر دروازے کے سامنے ہو

جَلی پھُسکی : طعن و تشنیع، ایسی گفتگو جس سے عداوت و دشمنی ٹپکے۔

جمازہ/جمّازہ : تیز رفتار اونٹ یا اونٹنی، سانڈنی

جُود : بخشش، سخاوت، فراخ دلی، کرم

جُوشش : جوش، اُبال، ولولہ، شورش، کھُد بُداہٹ، جذبات کا بے قابو ہونا

جوع البقر : ایک بیماری ہے جس میں بے ضرورت بہت زیادہ بھوک لگتی ہے اور کھانے کے بعد بھی بھوک معلوم ہوتی ہے۔

جَیحُون : وسطی ایشیا کے ملک اُزبکستان کا ایک دریا جس کو آمودریا اوکسس (OXUS) بھی کہتے ہیں۔

(چ)

چاہِ بابل : شہرِ بابل کا ایک کنواں جس کے بابت کہتے ہیں کہ ہاروت وماروت دو فرشتے اسمیں اوندھے منھ لٹکے ہوئے عذابِ الٰہی میں گرفتار ہیں۔ روایت ہے کہ جادو وہیں سے شروع ہوا۔

چاہِ ذقن : ٹھوڑی کا گڑھا

چاہِ زنخداں : ٹھوڑی کا گڑھا

چاہِ مُبرز : مقعد، گانڑ، پاخانے کا مقام، دُبُر، سُفرہ

چاہِ نخشب : وہ کنواں جس سے حکیم عطاء بن مقنع نے سحروطلسم سے چاند نکالا تھا۔ نخشب ترکستان کے ایک شہر کا نام ہے۔ یہ چاند ہر اندھیری رات میں کنوئیں سے نکل کر ہوا میں قائم ہوجاتا اور چار فرسنگ تک اپنی روشنی پہنچاتا تھا۔ (ایک فرسنگ ۳ رمیل کے برابر ہوتا ہے)

چراغِ غول . بیابانوں کے دیو اور جنوں کا چراغ جن کا مقصد آدمیوں کو راستے سے بھٹکانا اور جس کی صورت چاہیں بنکر ڈراتا اور ہلاک کردینا۔

چرخِ پیر : بوڑھا آسمان

چرکا لگانا : نقصان پہنچانا، دھوکا دینا، جُل دینا

چرک پڈنا : کنجوس، بخیل، تھوڑا سا پادنے والا

چرنا : دو ٹکڑے ہو جانا، پھٹ جانا

چغانہ : ایک قسم کا باجہ ہوتا ہے جس کی صورت قریب قریب ایسی ہوتی ہے جیسے ہندوستان میں ڈفالیوں کا ربانا (چھوٹا دف) ہوتا ہے۔

چُل : خارش، کھُجلی، باہ کی مستی، شہوت، بے قراری، بے چینی

چوسر : کپڑے کی بساط بچھا کر پچیسی کی طرح کا کھیل جس میں پانسو (DICE) کا استعمال ہوتا ہے اور گوٹیں رکھی جاتی ہیں۔

چوکا دینا : رسوئی کا لیپنا، پوتنا

چُہل : ہنسی، مزاح، خوش طبعی، دل لگی، مسخرا پن، زندہ دلی

چھلکنا : بغیر ارادہ خوف یا کسی اور وجہ سے پیشاب نکل جانا، عورت کا موتنا، پانی چھوڑنا۔

چین : بَل، چُنّت، سلوٹ، بَٹ، جھری

(ح)

حار : حرارت رکھنے والا، گرمی کرنے والا

حبۂ تریاک : افیون کی گولی

حبِّ سلاطین : جمال گوٹا، ایک گرم اور خشک پھل جو دست آور ہوتا ہے انگریزی میں اسے Coroton tiglium کہتے ہیں۔

حدث : وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جائے، وضو توڑنے والا۔

حُرمُل وحُرمُل : ان الفاظ کے لغوی معنی اس طرح ہیں:

حُرمُل :۔ اِسپند، کالا دانا، ایک قسم کا تخم جسے عورتیں نظرِ بد دفع کرنے کی غرض سے جلاتی ہیں۔

حُرمُل :۔ ایک قسم کی بہت ہی بدمزہ ناشپاتی

مگر چرکینؔ نے ان کا اصطلاحی مفہوم چنچنے یا باریک کیڑوں سے لیا ہے جو مقعد میں کھجلاہٹ پیدا کرتے ہیں۔

حُقنہ : کسی دوا کی بتی یا پچکاری، پاخانے کے مقام میں، چڑھانا تاکہ پاخانہ آجائے۔

(خ)

خارجی : بیرونی، باہر کا، باہر سے متعلق

خَال : تِل، وہ سیاہ نقطہ جو چہرے یا جسم پر ہوتا ہے۔

خَایہ : بیضہ، انڈا، خُصیہ، فوطہ، ذَکر، قضیب

خُتن : چینی ترکستان میں ایک علاقہ جہاں کا مشک مشہور ہے۔

خدَنگ : ایک قسم کا چھوٹا تیر، ایک مضبوط درخت کا نام جس کی لکڑی سے تیر بناتے ہیں اسے انگریزی میں سفید Poplar کہتے ہیں۔

خَرچی : زنا کی اُجرت

خِرقہ : پیوند لگا ہوا کپڑا، گدڑی، درویشوں کا لباس۔

خلخال : پازیب، پائل

خُلطہ : میل جول، ربط، یارانہ

(د)

دار بست : ٹھاٹھر جس پر انگور کی بیل چڑھاتے ہیں۔

دایہ : وہ عورت جو کسی بچے کو اپنا دودھ پلائے اور پالے۔ خادمہ

دَرز : دراڑ، شگاف، چہرے اور کھوپڑی کی ہڈیوں کا جوڑ،

دُزد : چوری کرنے والا، چور

دَستاں : رستم کے باپ زال کا لقب، نغمہ، آواز، دھوکا، دغا

دِلا : اے دِل

دُود : دھواں، غم، آہ، سانس

دُودَھارا : دُہری دھار کی تلوار

دیجُور : سیاہ، تاریک، اماوس کی رات

(ڈ)

ڈوڑو : ایک قسم کا باجہ، ڈگڈگی، بیشتر بھنگیوں کے باجے کو کہتے ہیں۔

ڈوریا : کتوں کا محافظ، معلمِ سگ، سگ پرست

ڈول : ڈھنگ، طور، طریقہ، صورت، خصلت

(ذ)

ذَقَن : ٹھوڑی، ٹھڈی

ذکر : مرد کا آلۂ تناسل، آلت

(ر)

رُستم : فارس کا ایک مشہور پہلوان، جس کی بہادری کی داستانیں شاہنامہ میں درج ہیں، مجازاً ہر بہادر، شجاع، زبردست

رُستمِ دستاں : رُستم کے والد زال کا لقب جس کے سب بال پیدائشی سفید تھے۔

رفعِ حدث : ریاح خارج ہونا، پادنا

رُوباہ بازی : مکر، فریب، چال

رَوزَن : روشندان، سوراخ، شگاف

رَوَند : رات کا گشت، سپاہیوں یا چوکیداروں کا گشت (انگریزی لفظ Round کا بگاڑا ہوا)

رَہوار (راہوار) : تیز چلنے والا گھوڑا، اچھا چلنے والا گھوڑا

رِیورَنگ : فریب، حیلہ، مکر، غصہ و غضب

(ز)

زاغِ کمان : کمان کے گوشوں کی نوک

زَخودرفتگی : آپے سے باہر ہونا، بےخودی

زَمزَمہ : نغمہ، ترانہ، گیت، دھیمی آواز میں عبادت کے کلمات پڑھنا

زَنبور : شہد کی مکھی، مشہور ڈنک مارنے والی مکھی، بھڑ

زَنگ : افریقہ کے ایک مُلک کا نام، زنگبار، حبش Ethiopia,

زَنگار : نیلا تھوتھا جو تانبے آکسیجن اور گندھک ملا کر بناتے ہیں، توتیا

زِنہار : ہرگز، کبھی نہیں، خبردار، (کلمۂ تاکید اور تنبیہہ)

(س)

ساعِد : بازو، کلائی، پہونچا

ساغری : ساغر سے منسوب، گھوڑے کی مقعد، انسان کی مقعد۔

ساق : گھٹنے اور ٹخنے کے بیچ کا حصہ، پنڈلی

سام : رُستم پہلوان کے دادا کا نام

سبزۂ خط : نئی داڑھی اور مونچھیں نکلنے کی سبزی (اصطلاحاً معشوق)

سَحاب : بادل، ابر، گھٹا

سُدّہ : غلیظ مواد کی گانٹھ جو انتڑیوں یا رگوں میں اٹک جائے۔

سرپھرانا : بکواس سے اپنے اور سننے والوں کے سروں میں درد پیدا کر دینا، مغز مارنا۔

سَرسام : ورمِ دماغ، ایک مرض کا نام جس کے سبب دماغ میں وَرَم ہو کر خللِ دماغ ہو جاتا ہے اور آدمی آپے سے باہر ہو کر واہی تباہی بکنے یا بہکنے لگتا ہے۔

سَرو : ایک مشہور درخت جو سیدھا مخروطی شکل کا ہوتا ہے۔ انگریزی میں اُسے Cyprss کہتے ہیں۔ خوشنمائی کی وجہ سے معشوق کے قد کو اس سے تشبیہہ دیتے ہیں۔

سروِ خراماں : چلنے والا سَرو مراد سروِ قد معشوق، معشوقِ خوش قامت۔

سَروہی : ایک قسم کی دودھاری تلوار، ایک قسم کا خنجر، ایک مشہور قصبے کا نام جو مارواڑ میں کوہِ آبو کے متصل ہے، یہاں کی تلوار بہت مشہور ہے۔

سَرہنگ : فوج کا سردار، بہادر، منچلا، پہلوان، کوتوال

سِڑی : پاگل، دیوانہ، سودائی۔

سُفرا / سُفرہ : مقعد، دُبُر، مَبرَز، گانڑ

سِفلہ : کمینہ، رذیل، اوچھا

سَقف : مکان کی چھت، شامیانہ۔

سُکیڑ : سمیٹنا، اکٹھا کرنا، تنگ کرنا چُست کرنا، بھینچنا

سَلسَل البَول : مثانے کی ایک بیماری جس میں پیشاب بار بار قطرہ قطرہ کر کے آتا ہے۔

سَمَن : چنبیلی، یاسمین

سَمَند : زردی مائل گھوڑا جس کی ایال، دُم اور زانو سیاہ ہوں۔

سُنبُل : ایک خوشبودار گھاس کا نام جسے ہندی میں بالچھڑ یا جٹاماسی اور انگریزی میں Hyacinth کہتے ہیں۔ بلبل اس پر عاشق ہے۔ شعراء معشوقوں کی زُلف کو اس سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ اسکے پھول عموماً نیلگوں، ارغوانی، گلابی یا

سفید ہوتے ہیں۔

سَنجاب : ایک جانور کا نام جو چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اسکے کھال کی پوستین بناتے ہیں جو بہت ہی قیمتی ہوتی ہے۔

سَنڈاس : وہ پاخانہ جس کے صاف کرنے کا منھ باہر دیوار میں ہو یا جو کوٹھے کے اوپر ہو اور اسکا بَول و براز نیچے آ کر گرے اور باہر کے باہر خاکروب کھڑکی کھول کر کما لے۔

سنگ دانہ : پرند کا معدہ جس میں اکثر کنکر بھی نکلا کرتے ہیں اور نہایت سخت بشکلِ قرص ہوتا ہے۔

سُور : بہادر، سُورما، دلیر

سِوار : ایک قسم کی باریک گھاس جو پانی میں اُگتی ہے۔

سیتلا : چیچک، ماتا

سینہ کاوی : بہت کوشش، بہت زیادہ مشقت

(ش)

شافہ : دوا یا صابن کی بتّی جو مقعد میں پاخانہ کھُل کر آنے کے لئے رکھی جاتی ہے

شبِ دیجور : اندھیری رات

شِتاب : جلد، جھٹپٹ بلا توقف، فوراً

شُرُنگ : حنظل، اندرائن کا پھل جو سخت کڑوا ہوتا ہے، پھر پھیندوا، انگریزی میں Colocynth کہتے ہیں۔

شمائل : عادتیں، خصلتیں، شمیلہ کی جمع

شمشاد : ایک لمبا خوبصورت درخت جو سرو کی قسم ہے۔ معشوق کے قد کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔

شنگ : چالاک، شوخ، ظریف

شوم : منحوس، کنجوس، بخیل

شہرُ ود : ایک ساز کا نام

شہوار : بادشاہوں کے لائق، عمدہ چیز

شیرِ نیستاں : جنگل کا شیر، بڑا بہادر

(ص)

صاحب قرِ آن : وہ شخص جس کے نطفہ ٹھہرنے یا پیدا ہونے کے وقت زہرہ و مشتری ایک گھر میں ہوں۔ دورِ نواب آصف الدولہ کے مشہور فحش گو شاعر سیّد امام علی صاحبقراں بلگرامی۔

صَفرا : پت، زرد آب، کڑوا مادّہ

صمصام : تیز تلوار، تیغ بُرّاں جس کا منھ نہ پھرے

صنوبر : چیڑ کا درخت جو لمبا اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اس سے معشوق کے قد اور اس کے خِرام کو تشبیہ دیتے ہیں۔

صوتِ عنادل : بُلبُلوں کی آواز

صید گہہ (گاہ) : شکار کھیلنے کی جگہ۔

(ض)

ضِلَع : پسلی، ملک کا ایک چھوٹا سا انتظامی حصہ، اُردو شاعری کی ایک صنف جس میں رعایتِ لفظی رکھی جاتی ہے۔

ضِماد : لیپ، پولٹس، دوا کو نرم کر کے جسم پر لگانا۔

(ط)

طُرفہ : انوکھا، عجیب، نادر

طنّاز : طنز کرنے والا، ناز و انداز سے چلنے والا، شوخ، بیباک (کنایۃً) معشوق

طفلِ اشک : آنسوؤں کی بوندیں یا لڑی۔

(ع)

عاد : ایک قوم کا نام جنکے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام مقرر ہو کر آئے تھے۔ چونکہ انکی نسل عاد بن سام بن نوح سے تھی اس وجہ سے یہی نام رہا۔ یہ قوم نافرمانی کے باعث طوفانِ باد سے برباد ہوئی۔

عالمِ عُلوی : عالمِ غیب، وہ عالم جو دنیا کے علاوہ ہے۔

عتباتِ عالیات : بزرگوں کی مقدس درگاہیں۔

عِذار : گال، چہرہ، رُخ، عارض، رُخسار

عقدِ انامل : انگلیوں پر شمار کرنا، داہنے ہاتھ پر اکائیاں اور دہائیاں اور بائیں پر سیکڑے اور ہزار ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے نور اللغات سوم

عُقدہ : گانٹھ، گرہ، بندھن، پیچیدہ بات، قول و قرار، عہد و پیمان

عمل لینا/کرنا : نشہ پانی کرنا، بھنگ یا افیون وغیرہ کو پانی میں گھول کر پینا

عُنّاب : ولایتی بیر جو نہایت ہی سُرخ ہوتا ہے اِسے انگریزی میں JUJUBE کہتے ہیں۔

عنادل : عندلیب کی جمع، بُلبُلیں

عِنان : باگ، باگ ڈور، لگام

عَنبر : ایک نباتاتی خوشبودار مادّہ۔ ایک بحری جانور وہیل سے نکلا ہوا گوبر نما مادّہ AMBERGRIS جو موم کی طرح ہوتا ہے اور سمندر میں بہتا ہوا پایا جاتا ہے۔ جس کے جلانے سے خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

عنبرِ سارا : خالص عنبر، اعلیٰ قسم کا عنبر

(غ)

غائِط : آدمی کا پاخانہ، گوہ

غرّا/غرّہ : غرور، گھمنڈ

غسّال : مردوں کو نہلانے والا

غلطاں : لڑھکتا ہوا، لوٹتا ہوا

غِلماں : غلام کی جمع، جنّت کے کمسن خادم

غمّاز : چغل کھور، آنکھ سے اشارہ کرنے والا، طعنہ دینے والا

غوری : افغانستان کے شہر غور کا باشندہ، شہر غور سے نسبت رکھنے والی کوئی شئے، شہرغور کی بنی ہوئی ایک قسم کی چینی مٹّی کی رکابیاں ان میں یہ خصوصیت ہوتی تھی کہ زہر پڑنے پر ٹوٹ جاتی تھیں۔

غیرتِ مہتاب : چاندکوشرمادینے والا، مجازاً معشوق

(ف)

فَرج : عورت کی شرم گاہ، چھید، سوراخ

فَراغ : فرصت، آرام، چھٹی، مہلت

فشر : ہذیان، بیہودہ، بکواس

(ق)

قابوچی : کمینہ، سفلہ، خودغرض

قارورہ ملنا : ربط بڑھنا، تپاک بڑھنا، طبیعت ملنا، میل جول بڑھنا، موافقت ملنا

قاقُم : ایک جانور کا نام جس کی کھال سفید اور ملائم ہوتی ہے اور اُسکی پوستین بناتے ہیں جو بہت بیش قیمت ہوتی ہے۔

قبض الوصول : وہ رجسٹر یا فارم جس پر رقم وصول کرنے والے کے دستخط لئے جاتے ہیں۔

قُوتِ لایموت : اس قدر خوراک جس سے زندگی قائم رہے۔

قُرص : گردا، گھیرا، کسی دوا کی گول ٹکیا۔

قُمری : فاختہ کی قسم کا ایک طوق دار پرندہ جسے انگریزی میں RING DOVE یا TURTLE DOVE کہتے ہیں۔

قنّاد : حلوائی، قندساز

قندونبات : شکر، مصری

(ک)

کالبد : جسم، تن، بدن، سانچہ

کانچ : ایک بیماری جس میں پاخانہ کرتے وقت مقعد کا گوشت باہر نکل آتا ہے۔

کاہ : کٹی ہوئی گھاس

کاہیدہ : دُبلا پتلا، لاغر، گھٹا ہوا

کبک دری : پہاڑی چکور جو قد میں بڑی خوبصورت اور نہایت تیز رفتار ہوتی ہے۔

کِرم : کیڑا، مکوڑا، پتنگا۔ چونکہ لکھنؤ میں عورتیں اس کا تلفظ ''کِرِم'' بولتی ہیں اور مؤنث میں استعمال کرتی ہیں اس لئے چرکین نے بھی اسے مؤنث میں استعمال کیا ہے۔

کِسریٰ : نوشیروان عادل، شاہانِ عجم کے ہر بادشاہ کا لقب

کلید : کنجی، چابھی

کُندی : دُھلے یا رنگے ہوئے کپڑوں کو کوٹ کر صفائی کرنے کا کام، کپڑوں کی

صفائی جو مونگروں سے کی جائے۔

کُوکُرمُتّا : سانپ کی چھتری، سانپ کی ٹوپی، ایک قسم کی روئیدگی جو اکثر برسات کے دنوں میں پھوٹ آتی ہے، کلاہِ باراں، کلاہِ زمین، انگریزی میں اسے Mushroom کہتے ہیں۔

کُونتھنا : کراہنا، کانکھنا، پاخانہ باہر نکلنے کے لئے زور لگانا

کُونَ : مقعد، گانڑ، جائے دیگر، دیدۂ پُشت، گُھِّی، سُفرہ، تیز دان

کُونی : گانڈو، وہ شخص جسے علّتِ مشائخ ہو۔

کہرُبا : ایک قسم کی زرد گوند جسکی یہ خاصیت ہے کہ اگر اسے کپڑے یا چمڑے پہ رگڑ کر گھاس کے تنکے کے مقابل کریں تو مقناطیس کی مانند اُسے اُٹھا لیتا ہے۔

کھُڈّی : وہ اینٹوں یا پتھروں کا چولہا سا جس پر بیٹھ کر پاخانہ پھرتے ہیں۔

کِین : کھوٹ، کپٹ، نفاق، حسد، بغض

(گ)

گاد : تلچھٹ، تہ نشین، پانی یا تیل کے نیچے کی بیٹھی ہوئی گرد۔

گانڑ پھاڑ : خوفناک، دہشت ناک، ہیبت ناک، بھیانک، سخت، دشوار

گانڑ پھٹ کر حوض ہو جانا : ڈر کے مارے گھبرا جانا، رعب غالب ہو جانا، بہت ڈر جانا زیادہ خرچ کے باعث دیوالہ نکل جانا۔

گانڑ جلنا : برا لگنا، برا معلوم ہونا، حسد ہونا، جلن ہونا، رشک ہونا، مرچیں لگنا

گانڑ جوڑ بخیہ : گہری دوستی، گہرا یارانہ، پکا یارانہ، دانت کاٹی روٹی

گانڑ چرنا : بہت ڈرنا، رعب غالب ہونا، خوف چھا جانا، ڈر لگنا

گانڑ چلنا : دست آنا، پیٹ چلنا، بدہضمی ہونا

گانڑ حوض ہو جانا : سہم جانا، ڈر جانا، خوف چھا جانا، رعب میں آجانا

گانڑ ڈپڑ پانا : ڈرنا، خوف زدہ ہو جانا

گانڑ رگڑنا : نہایت کوشش و سعی کرنا، خوب زور لگانا، کمال تندہی کرنا

گانڑ غلطہ ہونا : نہایت بے خبر ہونا، از حد غافل ہونا، بات نہ بننا

گانڑ کا ہوش نہ ہونا: بالکل بے خبر ہونا، آپے میں نہ رہنا

گانڑ کھولے پھرنا : ننگا دھڑنگا پھرنا، بچپن اور بے ہوشی کا زمانہ

گانڑ کی سُدھ بُدھ نہ رہنا : بالکل بے ہوش اور غافل ہو کر پڑ جانا، حیرت میں ہو جانا

گانڑ کی خبر نہ ہونا : مطلق بے خبر اور بے ہوش ہونا، کچھ سدھ نہ رہنا

گانڑ کی راہ/رستے سے نکلنا: دستوں کے ذریعہ اخراج ہونا، مقعد کی راہ سے تکلیف دے کر نکلنا، جاتا رہنا۔

گانڑ کے نیچے/تلے گنگا بہنا : نہایت افراط سے دولت ہونا، بے انتہا دولت ہونا

گانڑ گھسنا : بہت کوشش و سعی کرنا، خوب زور لگانا، کمالِ تندہی کرنا

گانڑ میں اُنگلی کرنا : دِق کرنا، چھیڑنا، حیران کرنا

گانڑ میں چُنچُنے لگنا : مقعد میں چُل ہونا، کھجلی ہونا، نون کھجلانا

گانڑ میں گُوہ بھی نہیں : نہایت مفلس، کوڑی پاس نہ ہونا

گانڑ میں گُوہ نہ ہونا : مطلق مفلس اور قلاش ہونا، نردھن ہونا، کوڑی پاس نہ ہونا

گانڑ میں گھس جانا : جاتا رہنا، نکل جانا، ذلت کے ساتھ نکلنا

گُرگ	:	بھیڑیا
گلِ آدم	:	اس لفظ کے لغوی معنی کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ چرکین نے اسکا اصطلاحی مفہوم پاخانہ، گوہ، فضلہ براز، یا میلا سے لیا ہے۔ کہیں کہیں بے حقیقت اور بے وقعت کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔
گلشنِ ایجاد	:	دنیا
گلِ عذار	:	پھولوں جیسا رُخساروں والا، خوبصورت، معشوق
گلگشت	:	مرغوب مکانوں کی سیر، باغ کی سیر، سیرِ چمن
گلّا	:	جائے ضرور، پاخانہ، پشت کا کمرہ، دوکاندار کا بکری کی نقدی رکھنے کا برتن
گُلّی	:	کبوتروں کی ایک قسم، گلدار، داغدار، پھولدار
گُلیلا/غلیلہ	:	مٹی کی گولی یا کنکری جسے غُلیل میں رکھ کر چلاتے ہیں۔
گُل میخ	:	موٹے سر کی کیل
گنجفہ/گنجیفہ	:	ایک کھیل کا نام جس میں ۹۶ گول پتے ہوتے ہیں اور تاش کی طرح کھیلا جاتا ہے۔
گندھار	:	ایک ہندوستانی راگ کا نام
گندہ بہار	:	وہ بارش جو موسمِ سرما میں ہوتی ہے۔
گنڑ چترّیاں لڑانا	:	چوتڑوں سے چوتڑ لڑانا، باہم چوتڑوں کو ٹکرانا
گنڑ غمزہ	:	بھونڈا نخرہ
گنڑ گھسنی کرنا	:	خوشامد کرنا، للّو پتّو کرنا، ناک رگڑنا، عاجزی کرنا
گُودرز	:	ایران کے ایک پہلوان کا نام
گُوز	:	پاد، وہ گندی ہوا جو پاخانے کے راستے سے با آواز نکلے

گوزاک : سخت سوزاک، نہایت خطرناک سوزاک

گوزِ شتر : بادِ ہوائی، بیہودہ، بے اثر، کسی بات کو یوں ہی اُڑا دینا، خیال میں نہ لانا

گوگا پیر : حلال خوروں کے پیر۔ قائم خانی مسلمان اپنا سلسلۂ نسب گوگا پیر سے جوڑتے ہیں، ہندو انھیں گوگا دیر کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انکی مدد سے سانپ کا کاٹا زہر ضائع ہوجاتا ہے اور دوسری بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں۔ مسلمان انکو ظاہر پیر بھی کہتے ہیں۔ گوگا پیر کا مزار ایک دیہات گوگامیڈھی میں واقع ہے جو راجستھان میں ہے اور ایک ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ یہ جے پور سے ۳۵۹ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔

گوگل : ایک درخت کی گوند کا نام جو ذائقے میں تلخ اور بہت سی قسم کا ہوتا ہے۔ جلانے میں اسکی بو دماغ کو ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

گو اٹھانا : بہت بڑی خدمت کرنا، نہایت اعتقاد کے سبب گندہ کام تک کرنا، نجاست ہٹانا، پیخانہ کمانا۔

گوہ اچھالنا : بدنام کرنا، رسوا کرنا، ذلیل کرنا، بری بات کی شہرت کرنا

گوہ اُچھلنا : رُسوائی ہونا، بدنامی ہونا، نگا فضیحتی ہونا

گوہ اُچھلوانا : رسوائی کرانا، بدنام کرانا، فضیحت کرانا

گوہ تھاپتے پھرنا : سودائی بنا پھرنا، مجنونانہ حرکتیں کرتے پھرنا، دیوانہ اور پاگل ہوجانا

گوہ تھاپنا : نہایت پاگل اور دیوانہ ہونا، ہوش میں نہ رہنا۔

گوہ کا ٹوکرا سر پر اُٹھانا : کسی رسوائی اور بدنامی کا کام اپنے ذمے لینا، برائی سر لینا، کمینہ کام اختیار کرنا

گوہ کا ٹوکرا سر سے اُتارنا : بدنامی کی بات دور کرنا، رسوائی کا عمامہ اتارنا، بدنامی کا ٹوکرا سر سے پھینکنا

گوہ کا ٹوکرا سر سے پھینکنا : بدنامی یا رُسوائی کی بات سے بچنا، ذلت سے بچنا

گُوہ کھانا : جھک مارنا، جھوٹ بولنا، بیہودہ بکنا

گُوہ کی طرح چھپانا : بہت زیادہ چھپانا، کمالِ احتیاط سے رکھنا، ڈھانکتے پھرنا

گُوہ میں ڈھیلا پھینکنا/ڈالنا: بُروں کے منہ لگنا

گُوہ میں نہلانا : خوب ذلیل کرنا، بہت شرمندہ کرنا، آڑے ہاتھوں لینا

گُوہ نہ کھا : جھک نہ مار، بیہودہ مت بک، بکواس نہ کر، بکبک مت کر

گُوہا چھی چھی : بک بک، جھک جھک، گالی گلوج، غلاظت، نجاست، پلیدی

گُوہا چھی چھی ہونا: تکرار ہونا، جھک جھک بک بک ہونا، بدمزگی ہونا، گالی گفتار

گُوہانجنی : آنکھوں کی پھنسی جو پلک کے نیچے ہوتی ہے اور اسکی نسبت عورتیں خیال کرتی ہیں کہ یہ گُوہ کے ٹوکنے سے ہو جاتی ہے۔

گُوہیل/گُھیل : گُوہ میں لتھڑا ہوا، بہت گندہ، غلیظ

گیاہ : گھاس، پھوس

گیدی : بہت بڑا بیوقوف، اُلو، گدھا

(ل)

لُبدی/لُگدی : کسی گیلی پسی ہوئی چیز کی گولی یا ٹکیا

لَتّا : کپڑے کا ٹکڑا، چیتھڑا، گودڑ جسے عالمِ حیض میں عورتیں باندھتی ہیں۔

لُر : احمق، نادان، بیوقوف

لعل : سُرخ رنگ کا ایک قیمتی جوہر، معشوق کے ہونٹ

لعلِ شکر بار : (کنایتہً) معشوق کے ہونٹ

لُوطی : اغلام کرنے والا، لونڈے باز

لینڈی : چھوٹا لینڈ، آدمی کا بندھا ہوا پاخانہ، قبضیت کی حالت میں جو سوکھا ہوا پاخانہ بشکل شکر قند نکلتا ہے۔

لینڈی کُتے : بازاری اور عام کُتے، ڈرپوک اور بودے کُتے، بزدل ڈرپوک

لینڈی کُتے کی موت مارنا : نہایت ذلّت اور خواری سے مارنا، نہایت آسانی کے ساتھ مارنا

لینڈی لڑانا : اس لفظ کی تحقیق کسی لغت سے نہیں ہو سکی اسکا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ مردانہ ہم جنس پرستی میں ایک مرد اپنے عضو تناسل کو دوسرے مرد کے عضو پر گِھس کر جنسی خواہش پوری کرتا ہے۔ یہ فعل کبھی کبھی کپڑوں کے اوپر سے بھی کیا جاتا ہے۔ اکثر شریر مرد کپڑوں کے اوپر سے ہی عورتوں کے جسم سے اپنا عضو رگڑتے ہیں۔ انگریزی میں اس عمل کو Frottage کہتے ہیں۔

(م)

مائیوں بٹھانا : ہندوستان میں شادی کی ایک رسم جس میں دلہن کو زرد کپڑے پہنا کر شادی سے چند روز پیشتر کسی ایسی جگہ بٹھاتے ہیں جہاں سوائے اسکی ہمسنوں کے اور کوئی نہیں جاتا۔

مُبتذل : ذلیل، حقیر، کمینہ

مَبرز : مقعد، دُبر، سُفرا، گانڑ

مُتالی/موتالی : گھوڑوں کے مُوتنے کی جگہ۔ کوڑا اور گھاس جس پر گھوڑے نے پیشاب کیا ہو۔

مٹھولا : جلق، مُشت زنی، ہتھ رس

مَرجان : مونگا، چھوٹا موتی

مَردُمک : آنکھ کی پُتلی

مَرغولہ : پیچ دار، پیچیدہ، خمدار، ٹیڑھا، گھنگریالا، بَل کھاتے ہوئے۔

مروڑ : اینٹھن، پیچش، وہ درد جو پاخانہ کرتے وقت پیچ وتاب کے ساتھ ہو۔

مَزبلہ : گُوہ، گوبر اور نجاست وغیرہ اکٹھا کرنے کی جگہ۔

مَسلَخ : بوچڑ خانہ، مذبح، جانوروں کے کھال اُتارنے کی جگہ

مَعدَن : کان، کھان، چاندی سونے وغیرہ کے نکلنے کی جگہ

مُغ : آتش پرست، مجوسی، شراب فروخت کرنے والا

مُغبچہ : آتش پرست کا بچہ، خوبصورت لڑکا، مے فروش کا بیٹا جو شراب خانے میں شراب پلاتا ہو۔

مُفتری : الزام لگانے والا، بہتان اُٹھانے والا۔

مُقشّر : چھلکا اتارا ہوا، چھلا ہوا۔

مقعد : پاخانے کا مقام، دُبر، کُون، مبرز، گانڑ

مُل : انگوری شراب

مَلخ : ٹڈی دل

مُمسِک : کنجوس، تنگ دل، بخیل، امساک بڑھانے والا۔

مَنی : وہ سفید لیسدار رطوبت جو عضو تناسل سے بوقتِ انزال نکلتی ہے، دھات

مُو بمُو : سب بالوں میں، تمام وکمال، ذرا ذرا، حرف بحرف، سب کا سب، کُل

مُور : چیونٹی

مُوئی خوں : سست قدم، چیونٹی کی چال، نہایت غریب اور مسکین

مُوئے زِہار : ناف کے نیچے کے بال، جھانٹ

مُوئے کمر : پتلی کمر

مَیمُون : بندر، بوزنہ، بہرہ مند، کامیاب، اقبال مند، نیک بخت

(ن)

نادِر : نادر شاہ۔ ایک نہایت سخت گیر، جابر اور غاصب سلطنت بادشاہِ ایران کا نام جس نے محمد شاہ رنگیلے، بادشاہِ ہندوستان کے زمانے میں ہندوستان کو تاخت و تاراج کیا۔

ناسُفتہ : بغیر گوندھا ہوا، بغیر پرویا ہوا، جس میں سوراخ نہ ہوا ہو۔

نسرِ طائر : اُڑتا ہوا گدھ، ستاروں کا ایک گچھا جس کی شکل اُس گدھ کی طرح ہے جو پیر پھیلائے ہوئے اوپر کی طرف اُڑتا ہے۔

نسرین : سیوتی کا پودا اور پھول، ایک قسم کا جنگلی سفید گلاب کا پھول جسے انگریزی میں Dog Rose کہتے ہیں۔

نقشِ حُبّ : محبت کا تعویز، معشوق کو بس میں کرنے کا تعویز، موہنے کا جنتر

نَمرود : ایک کافر بادشاہ کا نام جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا تھا

نَوخط : نئے خط والا، جس کے ڈاڑھی مونچھ نکل رہی ہو (کنایۃً) معشوق

نَوذر : منوچہر بادشاہ کا بیٹا جو فنِ تیر افگنی میں مشہور تھا۔

نورا/نُورہ : بال اُڑانے کا سفوف، بال صفا

نہالی : توشک، غالیچہ، لحاف، رضائی، بچوں کا بچھونہ

نیاریا : خاک اور دھول میں سے سونا چاندی نکال کر الگ کرنے والا۔

نیستاں : سرکنڈوں کا جنگل، وہ جنگل جہاں پر نرکل کے درخت بہت ہیں۔

نیں مُتنا : بات بات پر رونے والا، ہر بات پر بسورنے والا، ہر بات پر آزردہ اور خفا ہونے والا۔

(و)

وَرد : گلاب کا پھول

وُفور : زیادتی، بہتات کثرت

وَقَر : بڑائی، عظمت، بزرگی، قدر و منزلت، رتبہ، مرتبہ

وِلا : دوستی، محبت، اُلفت، قربت

(ہ)

ہریسہ : ایک قسم کا کھانا جو جو کے آٹے، گوشت کی یخنی اور دودھ سے پکاتے ہیں۔

نہایت گلا ہوا، گھلا ہوا۔

ہزار : بُلبُل،

ہگتے پادتے جانا : ڈر کے مارے بھاگے ہوئے جانا، بلا عذر جانا۔

ہگوڑا : بار بار ہگنے والا، (کنایۃً) ڈرپوک، بزدل

ہُما : ایک اچھے شگون کا اساطیری پرندہ جو ہمیشہ اُڑتا رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جس کے سر پر سے گزر جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔

ہیچمدان : کچھ نہ جاننے والا، نادان، بے علم

ہینگ لگنا : سخت بیمار پڑنا، کھٹیا سینا، صاحب فراش ہونا، بیماری میں گھلنا، پڑے پڑے لگنا، بہت کمزور و ناتوان ہونا

(ی)

یَمَن : عرب کا ایک مشہور ملک۔ یہ کعبہ سے جانب یمین (دائیں طرف) واقع ہے جس کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ ایک زمانے میں لعل اور عقیق کے لیے بہت مشہور تھا۔

کتابیات

عبدالباری آسی الدنی : تذکرۂ خندۂ گل (نگار مشین پریس، لکھنؤ) ۱۸۲۹ء
(سنہ اشاعت ۱۸۲۹ کے بجائے ۱۹۲۹ ہونا چاہیے)

جمے جے بتر ارمان : تذکرۂ نسخۂ دلکشا۔ مرتبہ رئیس انور رحمٰن (علمی مرکز کلکتہ)
۱۹۷۹ء

میر قطب الدین باطن : گلستانِ سخن (تذکرہ) اترپردیش اُردو اکادمی لکھنؤ
۱۹۸۲ء

شیخ باقر علی چرکین : دیوانِ چرکین۔ مرتبہ مقصود عالم مقصود رضوی ایپہانوی۔
مطبوعہ لکھنؤ، (مطبع کا نام درج نہیں) ۱۲۷۳ھ/ ۵۷-۱۸۵۶ء۔
صفحات: ۴۲

دیوانِ چرکین۔ مرتب وناشر کا نام، مقام اشاعت اور سنہ
اشاعت درج نہیں۔ صفحات: ۶۰

دیوانِ چرکین (مخطوطہ) رضا لائبریری رامپور۔ اُردو مخطوطہ
نمبر ۱۴۰۰۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہیں۔ صفحات:

دیوانِ چرکین (مخطوطہ)۔ مالکِ مخطوطہ: مسلم بن عقیل صاحب
قصبہ رودولی ضلع بارہ بنکی۔ کاتب کا نام اور سنہ کتابت
درج نہیں۔ صفحات: ۶۶

شیخ باقر علی چرکین

چرکین نامہ- یہ دیوانِ نیاز (از امیر علی نیاز) کا ضمیمہ ہے جو مطبع محمدی دہلی سے ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ "چرکین نامہ" صفحات ۶۰ سے ۶۴ تک ہے۔

انتخاب دیوانِ چرکین:

(۱) ہندوستانی پریس لکھنؤ-۱۹۲۵ء صفحات ۳۲

(۲) ہندوستانی پریس لکھنؤ- بار دوم سنہ اشاعت درج نہیں

صفحات ۳۲

دیوانِ چرکین:

(۱) مطبع رزاقی کانپور۔

(۲) شیخ وزیر حسین و شیخ فضل حسین، تاجرانِ کتب دہلی۔

(۳) ابرار عالم بک ایجنسی، کلکتہ۔

(۴) اگروال بک ڈپو، دہلی۔

(۵) رتن اینڈ کو، دہلی۔

پانچوں ناقص چھپے ہیں اور کسی پر سنہ اشاعت درج نہیں۔ سبھی ۳۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔

شمس الرحمٰن فاروقی : ساحری، شاعری، صاحب قرانی (قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی) دوم وسوم - ۲۰۰۶ء۔

مرزا قادر بخش صابر : تذکرۂ گلستانِ سخن- مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی، (مجلس ترقی ادب لاہور) ۱۹۶۶ء- دو جلدوں میں۔ اشاعتِ ثانی: اُتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ۔ ۱۹۸۲ء۔

علی محمد زیدی، سیّد : اپنی یادیں رُدولی کی باتیں۔ عزمی پبلیکیشنز رُدولی۔ ۱۹۷۷ء

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی : تذکرہ "ہندو شعراء" (مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ۔ ۱۹۳۱ء)

مالک رام : تلامذۂ غالب (مرکز تصنیف و تالیف نکودر۔ ۱۹۵۷ء)

محسن علی محسن : سراپا سخن (تذکرہ)۔ مطبع نول کشور لکھنؤ۔ ۱۸۹۸ء

سعادت علی خاں ناصر : تذکرہ خوش معرکہ زیبا۔ مرتبہ مشفق خواجہ (مجلس ترقی ادب لاہور)۔ ۱۹۷۲ء (دو جلدوں میں)

عبدالغفور نساخ : سخن شعراء (تذکرہ)۔ مطبع نول کشور لکھنؤ۔ ۱۸۷۴ء (اشاعتِ ثانی: اُتر پردیش اُردو اکادمی) ۱۹۸۲ء

John Gregory Bourke — Scatalogical Rites of all Nations (W.H. Lowdermilk & Co., Washington, D.C.) 1891

Jaroslav Hasek — The Good Soldier Svejk, (Willam Heinemann, London) 1973

Dominique Laporte — History of Shit. (The MIT Press, Cambridge, MASS) 2000

Gershon Legman — No Laughing Matter, Rationale of the Dirty Joke, Second Series. (Breaking Point, Wharton, NJ) 1978. 2 Vols.

Maledicta	Maledicta : Journal of Verbal aggression. (Breaking Point, Waukasha, Wisconsin). 1978. Vol. 1 & 2
Francois Rabelais	Gargantua And Pentagruel (Penguin Books)
The Marquis De Sade	The 120 Days of Sodom And Other Writings. (Grove Press, New York). 1966
	Juliette. (Grove Press, New York). 1968
Mark Twain	1601 (USA)

محمد اجمل

مفتاحی

مئو یوپی انڈیا

